8/35

ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

مورخہ ۴ جنوری سنہ ۱۹۶۳ء

کراز مطبوعات انجمن خدام الدین ۞ لاہور

احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلّٰی وَاَیْقَظَ امْرَأَتَهٗ فَصَلَّتْ فَاِنْ اَبَتْ نَضَحَ فِیْ وَجْهِهَا الْمَاءَ رَحِمَ اللّٰهُ امْرَأَةً قَامَتْ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلَّتْ وَاَیْقَظَتْ زَوْجَهَا فَصَلّٰی فَاِنْ اَبٰی نَضَحَتْ فِیْ وَجْهِهِ الْمَاءَ۔

(رواہ ابوداؤد والنسائی)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی رحمت اس بندہ پر جو رات کو اٹھا اور اس نے نمازِ تہجد پڑھی اور اپنی بیوی کو بھی جگایا اور اس نے بھی نماز پڑھی۔ اور اگر (نیند کے غلبہ کی وجہ سے) وہ نہیں اٹھی تو اس کے منہ پر پانی کا ہلکا سا چھینٹا دے کر اس کو بیدار کر دیا —— اور اسی طرح اللہ کی رحمت اس بندی پر جو رات کو نمازِ تہجد کے لئے اٹھی اور اس نے نماز ادا کی۔ اور اپنے شوہر کو بھی جگایا، پھر اس نے بھی اٹھ کر نماز پڑھی اور اگر وہ نہ اٹھا تو اس کے منہ پر پانی کا ہلکا سا چھینٹا دے کر اٹھا دیا۔

(سنن ابی داؤد، سنن نسائی)

تشریح:- اس حدیث کو سمجھنے کے لئے یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن صحابۂ کرام کے سامنے یہ بات فرمائی تھی وہ نمازِ تہجد کے بارے میں آپؐ کے ارشادات سُن سُن کر اور آپؐ کا حال دیکھ دیکھ کر یقین کے ساتھ جانتے تھے کہ اس میں بندہ کیا پاتا ہے۔ اور اس سے محروم رہ جانا کتنا بڑا خسارہ ہے۔ فرقِ مراتب کے باوجود عام صحابۂ کرام اور صحابیات کا یہی حال تھا۔ اس لئے قدرتی طور پر ان میں سے ہر ایک اس دولت کا شائق اور حریص تھا۔ اس کے باوجود ایسا بھی ہو سکتا ہے بلکہ ضرور ہوتا ہوگا کہ کسی رات کو ایک شوہر کی آنکھ وقت پر کھل گئی اور بیوی سوتی رہ گئی یا بیوی کی آنکھ کھل گئی اور شوہر سوتا رہ گیا اور پھر جاگنے والے نے سونے والے کو اٹھانا چاہا اور وہ اگر کسل اور نیند کے غلبہ کی وجہ سے اس وقت اٹھنے پر آمادہ نہ ہوا تو محبت و تعلق کے اعتماد پر منہ پر پانی کا ہلکا سا چھینٹا دے کر اٹھا دیا۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں یہ طرزِ عمل کسی کشیدگی اور ناگواری کا باعث نہ ہوگا بلکہ انشاء اللہ باہمی محبت و مودت میں ترقی اور اضافہ کا سبب بنے گا —— بہرحال اس حدیث کا تعلق ایسی ہی صورتِ حال سے ہے اور حضورؐ کی ترغیب انہی خوش نصیب شوہروں اور بیویوں کے لئے ہے جو اس کے اہل ہوں اور وہ بذاتِ خود بھی اس عظیم نعمت نمازِ تہجد کے قدرشناس اور شائق ہوں۔

عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهٖ اَوْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ فَقَرَأَهٗ فِیْمَا بَیْنَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الظُّهْرِ كُتِبَ لَهٗ كَاَنَّمَا قَرَأَهٗ مِنَ اللَّیْلِ۔

(رواہ مسلم)

ترجمہ:- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رات کو سوتا رہ گیا اپنے مقررہ ورد سے یا اس کے کسی جزو سے۔ پھر اس نے اس کو پڑھ لیا نمازِ فجر اور نمازِ ظہر کے درمیان تو لکھا جاوے گا اس کے حق میں جیسے کہ اس نے پڑھ لیا ہے رات ہی میں۔

(صحیح مسلم)

تشریح:- مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے رات کے لئے اپنا کوئی ورد مقرر کر لیا ہو مثلاً یہ کہ میں اتنی رکعتیں پڑھا کروں گا اور اس میں قرآن مجید اتنا پڑھوں گا اور وہ کسی رات سوتا رہ جائے اور اس کا پورا ورد یا کوئی جزو فوت ہو جائے تو اگر وہ اسی دن نمازِ ظہر سے پہلے پہلے اس کو پڑھ لے تو حق تعالیٰ اس کے لئے رات کے پڑھنے کے برابر ثواب عطا فرمائیں گے۔

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا فَاتَتْهُ الصَّلٰوةُ مِنَ اللَّیْلِ مِنْ وَجَعٍ اَوْ غَیْرِهٖ صَلّٰی مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَیْ عَشْرَةَ رَكْعَةً۔

(رواہ مسلم)

ترجمہ:- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب بیماری وغیرہ کسی عذر کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ تہجد فوت ہو جاتی تو آپ دن کو اس کے بجائے بارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔

(صحیح مسلم)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِّنْهَا الْوِتْرُ وَرَكْعَتَا الْفَجْرِ۔

(رواہ مسلم)

ترجمہ:- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ جن میں وتر اور سنتِ فجر کی دو رکعتیں بھی شامل ہوتی تھیں۔

(صحیح مسلم)

تشریح:- اس حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے تہجد کی رکعات کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو معمول بتلایا ہے وہ آپؐ کا اکثری معمول تھا۔ ورنہ خود حضرت عائشہؓ ہی کی بعض دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھی آپؐ اس سے کم بھی پڑھتے تھے۔

عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّیْلِ فَقَالَتْ سَبْعٌ وَّتِسْعٌ وَّاِحْدٰی عَشْرَةَ رَكْعَةً سِوٰی رَكْعَتَیِ الْفَجْرِ۔

(رواہ البخاری)

ترجمہ:- مسروق تابعی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ تہجد کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے دریافت کیا (کہ آپؐ کتنی رکعتیں پڑھتے تھے) تو انہوں نے فرمایا کہ سات، نو اور گیارہ سنتِ فجر کی دو رکعتوں کے سوا۔

(صحیح بخاری)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

فون نمبر ــــــــ ۶۷۵۴۵

جلد ۸ | ۷ر شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ مطابق ۴ر جنوری ۱۹۶۳ء | شمارہ ۳۵

محکمہ تعلیم و محکمہ جیل خانہ جات سے منظور شدہ

پاکستان و ہندوستان میں

سالانہ چندہ ــــــ ۱۱ روپے
ششماہی ــــــ ۶ روپے
سہ ماہی ــــــ ۳ روپے
فی پرچہ ــــــ ۲۵ پیسے

نوٹ: اشتہارات کی ذمہ داری مشتہرین پر ہوگی

• سعودی عرب • کویت • ایران
• افریقہ • ملایا • ہانگ کانگ • انگلینڈ
کے لئے
سالانہ چندہ
عام ڈاک سے ــــــ ۱۸٫۸۷ روپے
ہوائی ڈاک سے ــــــ ۵۲٫۰۰ روپے



امریکہ
عام ڈاک سے ــــــ ۲۴ روپے
ہوائی ڈاک سے ــــــ ۱۲۶٫۸۰ روپے

انکشافات کا زمانہ

اگر مختلف سیاست دان حصولِ اقتدار کی خاطر ایک دوسرے پر کیچڑ نہ اُچھالتے، تو کئی رازہائے سربستہ صیغۂ راز ہی میں رہتے۔ عوام تو عوام خواص تک کو اُن کی اطلاع نہ ہو سکتی۔ خاص طور پر سیاست خارجہ کا پس منظر تو یقیناً عوام کی نگاہ سے اوجھل ہی رہتا اور اس طرح سر ظفر اللہ خاں قادیانی اور دیگر سیاسی شاطروں کی ملک و قوم سے بے وفائیاں کبھی منظر عام پر نہ آتیں

اخبار نویسوں میں سے بھی پہلی مرتبہ وزارت خارجہ کی کرتوتوں سے پردہ حمید نظامی مرحوم نے اٹھایا۔ دورۂ یورپ سے واپسی پر انہوں نے یہ حقیقت واشگاف الفاظ میں پاکستانی مسلمانوں کے سامنے پیش کی۔ کہ پاکستانی سفارت خانے محض ایک فرقہ کے تبلیغی اڈے بنے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی اور کوئی پوزیشن نہیں ـــــ یہ سُن کر پاکستانی مسلمان ہکا بکا رہ گئے، اُن کی آنکھیں کھلیں، اور وہ یہ باور کرنے پر مجبور ہو گئے کہ مجلس احرار اسلام اور علمائے اسلام کا یہ مطالبہ سو فیصدی درست تھا، کہ وزیر خارجہ کو اُن کے عہدہ سے فوراً برطرف کر دیا جائے ـــــ لیکن وزارت خارجہ کی پالیسی کا راز پھر بھی راز ہی رہا ـــــ حتیٰ کہ موجودہ دَور آیا، اور سردار بہادر خاں نے قومی اسمبلی میں یہ اعلان کر کے سنسنی پھیلا دی۔ کہ پاکستان میں جو حکومتی انقلابات آتے رہے ہیں۔ اُن کی باگ ڈور امریکہ و برطانیہ کے ہاتھ میں ہوتی تھی ـــــ یہ خبر معمولی نہ تھی۔ اس نے تمام محب وطن پاکستانیوں کے قلب مجروح اور جگر پاش پاش کر دیئے ـــــ ظاہر ہے کہ اس ملک کا مطلب صرف یہی ہو سکتا ہے۔ کہ ملک کے تمام انقلابات ہمارے مفاد کی خاطر نہیں بلکہ اغیار کے مقاصد کی تکمیل کے لئے ـــــ معرض وجود میں آتے رہے ہیں

موجودہ صدر مسلم لیگ محترم خواجہ ناظم الدین نے بھی تقریباً یہی بات کسی اور انداز میں تحریک ختم نبوت کے دوران کہی تھی۔ اُن کا کہنا تھا کہ اگر ظفر اللہ خاں کو وزارت خارجہ سے علیحدہ کر دیا جائے تو امریکہ گندم نہیں دے گا۔ بہر حال یہ کس قدر کمزور بات تھی امریکہ ہو یا کوئی اور ملک، اس کا کسی وزیر سے تعلق پاکستان کی وجہ سے ہے۔ نہ کہ پاکستان سے تعلق کسی وزیر کی خاطر ـــــ اور اگر کوئی شخص اغیار کا اس قدر معتمد ہو تو اُسے ملک کے لئے بہر حال مفید خیال نہیں کیا جا سکتا ـــــ

تاہم اگر سردار بہادر خاں کا۔ الزام درست تسلیم کر لیا جائے تو پاکستانیوں کے لئے اس سے بڑھ کر سوہانِ روح اور پریشان کن خبر اور کیا ہو سکتی ہے ـــــ

اب ایک تازہ انکشاف کے ذمہ دار خواجہ ناظم الدین ہیں ـــــ انہوں نے کہا ہے کہ ایک بڑی بیرونی طاقت پاکستان کے دو حصوں میں علیحدگی اور مشرقی پاکستان کو آزاد دیکھنے کے خواب دیکھ رہی ہے ـــــ

خواجہ ناظم الدین صاحب کا بیان کوئی مجذوب کی بڑ نہیں۔ وہ ذمہ دار اور سنجیدہ آدمی ہیں ـــــ ان کا الزام ٹھوس بنیادوں اور حقائق پر مبنی ہوگا۔ اور ان کے پاس اپنے الزام کی صداقت کے لئے کوئی نہ کوئی ثبوت ضرور موجود ہوگا ـــــ اب اگر اس خبر کو سردار بہادر خاں کی خبر کے ساتھ ملا کر پڑھیں۔ تو مشرقی پاکستان کے انقلاب کا خطرہ سر پہ کھڑا ہے ـــــ

ہماری حکومت سے درخواست ہے کہ اس خبر کا فوری نوٹس لے۔ کہ اس میں کہاں تک صداقت ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ بیرونی طاقت امریکہ یا برطانیہ میں سے کوئی ایک ہو سکتی ہے۔ کیونکہ روس کو تو ہماری سیاسیات میں عمل دخل ہی کوئی نہیں ـــــ اور جہاں تک ان دو حکومتوں کا تعلق ہے، یہ بات واضح طور پر سامنے آ چکی ہے کہ انہیں بھارت کا مفاد پاکستان سے زیادہ عزیز ہے ـــــ یہ دونوں ممالک بھارت کو چین کے مقابلے میں بڑی طاقت بنانے کے آرزو مند ہیں۔ ہمیں ان سے گلہ نہیں کہ انہیں اپنے ہی مقاصد بروئے کار لائے ہیں۔ افسوس تو ہمیں اپنے سیاسی لیڈروں پر ہے جو محض اپنے اقتدار کی خاطر غیروں کے آلۂ کار بنتے رہے ہیں ـــــ جب مقصد ہی اقتدار ٹھہرے، تو بیرونی قوتوں سے گٹھ جوڑ کوئی بعید بات نہیں۔ جب چاہا سازش کر لی ـــــ

ان حالات میں حکومت کا فرض ہے کہ عوام کو اعتماد میں لے اور تمام واقعات قومی نمائندوں کے روبرو رکھ کر جرأت مندانہ قدم اٹھائے۔ پاکستان کے کروڑوں باشندے ہر جائز اقدام میں ان کے ساتھ ہونگے ـــــ

ـــــ اس موقع پر ہم یہ کہے بغیر بھی نہیں رہ سکتے کہ حکومت اسلامی احکام سے جو بے اعتنائی برت رہی ہے اور دینی معاملات میں علمائے دین کی رائے

باقی ص ۱۸

مجلسِ ذکر

مورخہ ۲۷ر دسمبر ۱۹۶۲ء بروز جمعرات ۲۹ رجب المرجب ۱۳۸۲ھ

گھروں کو اللہ کی یاد سے آباد کیجئے

مرتبہ ——— مناظر حسین نظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ
——— (اما بعد) ———

بزرگانِ محترم

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر اور اس کا احسان ہے۔ کہ اس نے ہمیں ذکر و شغل اور نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائی ہے، اور یہ سب کچھ محض اس کے فضل و کرم سے ہے۔ اگر اُس کا فضل شاملِ حال نہ ہو۔ تو نیکی کی توفیق ہی سلب ہو جاتی ہے، ——— یادِ خدا میں جی ہی نہیں لگتا رب کے حضور سجدہ ریز ہونے کی فرصت ہی، نصیب نہیں ہوتی۔ بلکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تو یہاں تک فرمایا کرتے تھے کہ ذکر و شغل اور نیکی کی توفیق تو ایک طرف رہی اللہ کے فضل کے بغیر تو ایمان بھی باقی نہیں رہتا۔ اللہ جل شانہٗ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو باطن کی بینائی بدرجہ اتم عطا فرما رکھی تھی۔ آدمی کے قلب پر صرف ایک نظر ڈال کر فرما دیتے کہ صاحب ایمان ہے، یا ایمان سے خالی ہے۔ یہ اللہ کی دین ہے جسے چاہے اپنے خصوصی انعامات سے نوازے ———

بہر حال حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میرا ستر پچھتر ۷۵ سالہ تجربہ ہے۔ کہ ایمان بھی اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے ہے۔ میں نے بڑے بڑے علماء دین کا نام سن کر لوگوں کے سر عقیدت سے جھک جاتے ہیں۔ اُن کا ایمان چھنتے دیکھا ہے ——— اللہ تعالےٰ ہمیں اس سے بچائے۔ اور اپنی نوازشات کی مسلسل بارش ہم پر برساتا رہے۔ آمین

برادرانِ محترم! حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالےٰ ایسا نازک مزاج محبوب ہے۔ کہ اس کی طرف سے نظر ہٹی نہیں اور دلوں کے جلتے دیئے بجھے نہیں۔ اسی طرح انسان سے بعض اوقات ایسے گناہ سرزد ہو جاتے ہیں جن کے باعث ایمان سلب ہو جاتا ہے

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی و امی)، کا ارشادِ گرامی ہے کہ میری امت پر ایک ایسا وقت بھی آنے والا ہے۔ کہ انسان صبح کو مومن ہوگا۔ اور شام کو کافر، اور شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر ہوگا۔

اللہ تعالےٰ ہمیں دولتِ ایمان سے مالا مال رکھے، اور شامت اعمال کے باعث کہیں ہمیں بھی اس نعمت عظمیٰ سے محروم نہ کر دے۔ آمین

برادرانِ عزیز! ہمیں چاہیئے کہ ہم ہر وقت اللہ جل شانہٗ سے ڈرتے رہیں اس کا فضل اور اُس کی بخشش طلب، کرتے رہیں ——— اپنے گناہوں پر نادم ہوں اور اعمال پر فخر نہ کریں ——— خدا کی زمین پر اِترا کر نہ چلیں۔ کہ بالآخر ہمیں بھی ایک دن اِسی زمین کی آغوش میں جانا ہے ——— کبر و غرور، عجب و ریا، حسد و غیبت اور دوسرے امراض روحانی سے بچنے کی کوشش کریں۔ نیک مجالس میں اور اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھیں ——— اپنے گناہوں کا سائن بورڈ بنائیں اور ہر روز شام کو اس بورڈ پر نگاہ ڈالیں نیکیوں پر اللہ کا شکر ادا کریں، اور گناہوں پر توبہ کا دروازہ کھٹکھٹائیں ——— بارگاہِ خداوندی میں ہدیہ عجز و نیاز پیش کریں۔ اور ہر گھڑی اُس کی مغفرت کے طالب رہیں۔

محترم حضرات! اس دَور میں کتاب و سنّت کی پیروی اور اہل اللہ کی صحبت ہی ہمیں بدیوں اور امراضِ رُوحانی سے محفوظ رکھ سکتی ہے ——— ورنہ ہر قدم پر ایمان کے ڈاکو مختلف رُوپ دھار کر گھات میں بیٹھے ہیں۔ کہ کب کوئی بھولا بھالا مسلمان نظر آئے اور اُس کا ایمان لوٹیں۔

بہر حال بات اللہ کے فضل پر ختم ہوتی ہے، جسے چاہے ہدایت کی راہ پر ڈال دے۔ اسی لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ انسان کو اپنے اعمال پر ناز کرنا چاہیئے۔ چنانچہ ان کا اپنا معاملہ نفس کے ساتھ یہ تھا کہ اپنے آپ کو حقیر تر خیال فرماتے، کبر و غرور عُجب اور نخوت کا نام و نشان بھی اُن میں موجود نہ تھا، فرماتے تھے۔ میرے بزرگوں نے ۔ (اللہ تعالےٰ اُن کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے)، کبر و غرور کا تخم میرے اندر سے نکال کر رکھ دیا ہے۔

چنانچہ آپ حضرات نے اکثر ان کی زبان سے سُنا ہوگا۔ کہ وہ خود کو کبھی گنہگار کہتے اور کبھی اپنے آپ کو سیاہ کار کے الفاظ سے یاد کرتے، حالانکہ اللہ تعالےٰ نے انہیں تمام ظاہری و باطنی خوبیوں سے بدرجہ اتم نواز رکھا تھا۔ اور وہ اس قدر بلند مقامِ ولایت پر فائز تھے کہ اُن کی نظیر ساری دنیا میں موجود نہ تھی۔ پھر بھی حال یہ تھا۔ کہ ایک پل تو کیا ایک سانس بھی اللہ کی یاد سے غافل نہ جانے دیتے ——

ہمیں بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہی تلقین فرماتے کہ رزق اور دنیا کی، کسی چیز کی فکر نہ کرنا، اللہ جل شانہٗ کی یاد کثرت سے کرنا اور دین کی خدمت اخلاص نیت اور استقامت سے کرتے رہنا ——— اللہ تعالےٰ تمہیں کسی چیز سے محروم نہیں رکھے گا۔ اور اپنے فضل اور اپنی رحمت کے دروازے تم پر کھول دے گا۔

وادعوہ مخلصین لہ الدین

ترجمہ! اور اس کے خالص فرمانبردار ہوکر اُسے پکارو

اسی طرح ارشاد ربانی ہے۔

اُدْعُوا ربکم ———

ترجمہ! پکارو اپنے رب کو خفیہ اور عاجزی سے بے شک وہ نہیں دوست رکھتا حد سے گزر جانے والوں کو

میری بھی آپ حضرات سے درخواست ہے۔ کہ ہر گھڑی اللہ کی یاد میں شاغل رہیئے ذکر و اذکار کی کثرت کیجئے ——— اخلاص نیت اور استقامت کو شعار بنایئے۔ پھر دیکھئے کس

(باقی صفحہ [illegible]

خطبۂ یوم الجمعہ ۳۰ رجب سنہ ۱۳۸۲ھ بمطابق ۲۸ دسمبر سنہ ۱۹۶۲ء

باقی کا کلام اور قانون بھی باقی رہے گا
کتاب و سنت کی مخالفت کرنیوالے خود مٹ جائینگے

جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خداوند قدوس کے آخری نبی، قرآن عزیز خدا کی آخری کتاب اور رحمت دو عالم ؐ کا لایا ہوا دین خدا کا آخری دین ہے۔ آمنہ کے لال کے بعد کوئی نبی تشریعی یا غیر تشریعی نہیں آئے گا قرآن حکیم کے بعد کوئی آسمانی کتاب یا صحیفہ نازل نہیں ہوگا اور کملی والے کے لائے ہوئے دین کے بعد کوئی نیا دین دنیا کی ہدایت کے لئے خداوند لایزال کی طرف سے نہیں آئے گا۔

رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات میں رد و بدل کیا گیا، آسمانی کتابوں اور صحائف میں تحریف کی گئی، سابقہ ادیان کی صورت ان کے ماننے والوں نے بگاڑ کر رکھ دی۔ چنانچہ دین کو اصل شکل میں پیش کرنے کے لئے نبی کے بعد نبی مبعوث ہوتے رہے، انسانیت ارتقائی منازل طے کرتی رہی، دین تدریجاً آگے کی طرف بڑھتا رہا حتیٰ کہ انسانیت کی آخری منزل آگئی، ساری کائنات کے پیشوا، کمالات انسانی کے منتہا، ختم الانبیاء جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے دین درجہ کمال کو پہنچا، نعمت نبوت تمام ہوئی، کائنات انسانی کی ابدی ہدایت کے لئے خداوند لایزال نے دین اسلام کا انتخاب فرما لیا۔ اور مسلمانوں کو بشارت دی گئی۔

اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیْنِکُمْ فَلَا تَخْشَوْھُمْ وَاخْشَوْنِ ط اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط

ترجمہ

آج ناامید ہوگئے کافر تمہارے دین سے، سو اُن سے مت ڈرو۔ اور مجھ سے ڈرو، آج میں تمہارے لئے تمہارا دین پورا کر چکا، اور میں نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا۔ اور میں نے تمہارے واسطے اسلام ہی کو دین پسند کیا۔

شیخ الاسلامؒ کا حاشیہ

یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی جبکہ زندگی کے ہر شعبہ اور علوم ہدایت کے ہر باب کے متعلق اصول و قواعد پوری طرح ممہد ہو چکے تھے۔ اور فروع و جزئیات کا بیان بھی اتنی کافی تفصیل اور جامعیت سے کیا جا چکا تھا کہ پیروان اسلام کے لئے قیامت تک قانون الٰہی کے سوا کوئی دوسرا قانون قابل التفات نہیں رہا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت سے ہزاروں سے متجاوز خدا پرست، جانباز اور سرفروش ہادیوں اور معلموں کی ایسی عظیم الشان جماعت تیار ہو چکی تھی جس کو قرآنی تعلیم کا مجسم نمونہ کہا جا سکتا تھا۔ مکہ معظمہ فتح ہو چکا تھا۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کامل وفاداری کے ساتھ خدا سے عہد و پیمان پورے کر رہے تھے۔ نہایت گندی غذائیں اور مردار کھانے والی قوم مادی اور روحانی طیبات کے ذائقہ سے لذت اندوز ہو رہی تھی، شعائر الٰہیہ کا ادب و احترام قلوب میں راسخ ہو چکا تھا، ظنون و اوہام اور انصاب و ازلام کا تار و پود بکھر چکا تھا۔ شیطان جزیرۃ العرب کی طرف سے ہمیشہ کے لئے مایوس کر دیا گیا کہ دوبارہ وہاں اُس کی پرستش ہو سکے۔ ان حالات میں ارشاد ہوا۔

اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیْنِکُمْ فَلَا تَخْشَوْھُمْ وَاخْشَوْنِ ۔

یعنی آج کفار اس بات سے مایوس ہو گئے ہیں۔ کہ تم کو تمہارے دین قیم سے ہٹا کر پھر انصاب و ازلام وغیرہ کی طرف لے جائیں یا دین اسلام کو مغلوب کر لینے کی توقعات باندھیں، یا احکام دینیہ میں کسی قسم کی تحریف و تبدیل کی امید قائم کر سکیں آج تم کو کامل و مکمل مذہب مل چکا جس میں کسی ترمیم کا آئندہ امکان نہیں۔ خدا کا انعام تم پر پورا ہو چکا۔ جس کے بعد تمہاری جانب سے اس کے ضائع کر دینے کا کوئی اندیشہ نہیں۔ خدا نے ابدی طور پر اسی دین اسلام کو تمہارے لئے پسند کر لیا۔ اس لئے اب کسی ناسخ کے آنے کا احتمال نہیں ایسے حالات میں تم کو کفار سے خوف کھانے کی کوئی وجہ نہیں وہ تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ البتہ اس محسن جلیل اور منعم حقیقی کی ناراضی سے ہمیشہ ڈرتے رہو جس کے ہاتھ میں تمہاری ساری نجاح و فلاح اور کل سود و زیاں ہے گویا " فَلَا تَخْشَوْھُمْ وَاخْشَوْنِ" یعنی اس پر متنبہ فرما دیا کہ آئندہ مسلم قوم کو کفار سے اس وقت تک کوئی اندیشہ نہیں جب تک ان میں خشیت الٰہی اور تقویٰ کی شان موجود رہے۔

حاصل

۱۔ تقویٰ اور خشیت الٰہی کی موجودگی میں مسلمانوں کو ماسوا اللہ کسی کا کوئی خوف نہیں ہونا چاہیئے۔

۲۔ اسلام مکمل دین اور ابدی قانون ہے۔

۳۔ اسلام میں ہر مشکل کا حل اور ہر موقع کے مناسب ہدایات موجود ہیں۔

قانون اسلام

برادران اسلام! اللہ جل شانہ کا کلام سچا ہے۔ خدا کا دین ہمیشہ زندہ رہے گا۔ کتاب و سنت کی تعلیمات کبھی نابود نہیں ہو سکیں۔ اسلام کا قانون اٹل ہے۔ اور اس کی حفاظت کا ذمہ خدائے لایزال نے لیا ہے

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ ۰

(ترجمہ)

بے شک ہم نے قرآن مجید کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس اعلان میں قیامت تک قانون اسلام یعنی قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے اب کسی کی کیا مجال ہے کہ اسے مٹا سکے — جو اس کے منہ آئے گا۔ خود مٹ جائے گا — کون ہے جو خدا کے مقابلہ کی تاب لا سکے۔

قرآن آج بھی اپنی برتری کا اعلان چار وانگ عالم میں کر رہا ہے۔ ساری کائنات کا خالق اور کارخانہ ہستی کا چلانے والا قادر مطلق خدا خود اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہے — چنانچہ یہ پیام خداوندی ایک شوشہ یا زیر زبر کی تبدیلی کے بغیر اکنافِ عالم میں پہنچ کر رہے گا۔ قیامت تک ہر طرح کی تحریف لفظی و معنوی سے محفوظ رکھا جائے گا۔ زمانہ کتنا ہی بدل جائے مگر اس کے اصول و احکام نہ بدلیں گے۔ فصاحت و بلاغت اور علم و حکمت کتنی ہی ترقی کیوں نہ کر جائے قرآن کی صوری و معنوی خوبیاں اپنی مثال آپ ہی رہیں گی۔ قومیں اور سلطنتیں اسے گم کرنے اور اس کی آواز کو دبانے کی جدوجہد میں خود تو فنا ہو جائیں گی مگر باقی کا کلام بہرحال تاابد باقی رہے گا۔

عملی نمونہ

برادرانِ اسلام! اسلام کا قانون ہے قرآن اور اس کا عملی نمونہ ہے سنت نبی کریم علیہ السلام — چنانچہ لازم ہوا کہ کتاب کے ساتھ اقوال نبی کریم اور سنت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بھی حفاظت کی جاتی سو جس طرح اللہ جل شانہٗ نے اپنا کلام خود ہی نازل فرمانے کا ذمہ لیا اسی طرح اس کے شرح و بیان کی ذمہ داری بھی اللہ تعالیٰ نے خود ہی لی — چنانچہ ابتدا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی ربانی کے الفاظ کو یاد رکھنے اور حافظے میں محفوظ رکھنے کے لئے انہیں بار بار زبان سے ادا کرتے اور تکرار فرماتے اس پر حق تعالیٰ سبحانہٗ نے فرمایا۔

لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ۝ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ۝ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ۝ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ۝

ترجمہ

آپ (وحی کے ختم ہونے سے پہلے) قرآن پر اپنی زبان نہ ہلایا کیجئے تاکہ آپ اسے جلدی جلدی لیں بے شک اس کا جمع کرنا اور پڑھا دینا ہمارے ذمہ ہے پھر جب ہم اس کی قرأت کر چکیں تو اس کی قرأت کا اتباع کیجئے پھر بے شک اس کا کھول کر بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ کی حفاظت ہی اپنے ذمہ نہیں لی، بلکہ وحی الٰہی جمع کرنے، اسے سینۂ نبوی میں اتارنے کتاب اللہ پڑھانے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے جاری کرنے، اور وضاحت کرنے کی ذمہ داری بھی اپنے اوپر لی ہے۔ ظاہر ہے بیان کا لفظ معانی و مطالب کی توضیح کے لئے لایا گیا ہے۔ اور اسے ہی حدیث و سنت کا نام دیا جاتا ہے —

چنانچہ

جس طرح کتاب اللہ باقی رہے گی، سنت رسول اللہ اور حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی قیامت تک باقی رہے گی۔

سابقہ اُمتوں میں مخالفین کتاب و سنت کا انجام

تاریخ شاہد ہے اور کلام الٰہی گواہ کہ جن سابقہ امتوں یا قوموں نے اپنے وقت کے انبیاء، کتب سماوی یا صحائف آسمانی کی مخالفت کی اور دین خداوندی میں ترمیم و تنسیخ کی، تباہ و برباد کر دی گئیں ان کا نام و نشان مٹا کر رکھ دیا گیا۔

شہادت

سورہ ہود کے رکوع نمبر ۳ پارہ نمبر ۱۲ میں ہے طوالت کے خوف سے صرف ترجمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

اور ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا، بے شک میں تمہیں صاف ڈرانے والا ہوں۔ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ بے شک میں تم پر دردناک دن کے عذاب سے ڈراتا ہوں —

قوم نے حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلایا تو خداوند قدوس کا غضب جوش میں آیا — اور قدرت خداوندی پکار اٹھی —

بے شک وہ غرق کئے جائیں گے

بس پھر کیا تھا خدا نے زمین کی سوتیں کھول دیں۔ آسمان سے پانی برسایا۔ ڈیڑھ سو دن تک پانی کی باڑھ زمین پر رہی اور پانی زمین پر بے حد بڑھ گیا — سب اونچے اونچے پہاڑ جو آسمان کے نیچے ہیں، پندرہ پندرہ ہاتھ پانی ان کے اوپر چڑھ گیا۔ ہر ایک جاندار جو خشکی پر تھا۔ اور کل انسان مر گئے۔ سوائے نوح علیہ السلام اور ان کے تابعدار جو کشتی پر سوار ہو گئے تھے اور کوئی متنفس نہ بچ سکا۔

دوسری شہادت

سورۂ ہود رکوع نمبر ۶ پارہ نمبر ۱۲

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ ۚ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ ۝

(ترجمہ)

اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ کہا اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اسی نے تمہیں زمین سے بنایا اور تمہیں اس میں آباد کیا۔ پس اس سے معافی مانگو، پھر اس کی طرف رجوع کرو۔ بے شک میرا رب نزدیک ہے، قبول کرنے والا۔

اس دعوت کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا سورۂ الشعراء رکوع نمبر ۸ پارہ نمبر ۱۹ میں ہے:۔

قوم ثمود نے پیغمبروں کو جھٹلایا، جب ان سے ان کے بھائی صالح نے کہا۔ کیا تم ڈرتے نہیں۔ میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں، پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ اور اس پر تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔ میری مزدوری تو بس اللہ

حضرت زکریا علیہ السلام

حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب سیوہاروی

(آخری قسط)

اور سورۂ آل عمران میں ارشاد ہے :۔

ھنالك دعا زکریا ربه قال رب ھب لی من لدنك ذریة طیبة انك سمیع الدعاء، فنادته الملئکة وھو قائم یصلی فی المحراب ان الله یبشرك بیحیی مصدقا بکلمة من الله وسیدا وحصورا و نبیا من الصالحین قال رب انی یکون لی غلام وقد بلغنی الکبر وامراتی عاقر قال کذلك الله یفعل ما یشاء قال رب اجعل لی ایة قال ایتك الا تکلم الناس ثلثة ایام الا رمزا واذکر ربك کثیرا و سبح بالعشی والابکار۔ (آل عمران)

اسی وقت زکریا نے اپنے پروردگار سے دعا کی، کہا، اے میرے پروردگار! مجھ کو اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا کر، بلاشبہ تو دعا کا سننے والا ہے۔ پھر جب زکریا حجرہ کے اندر نماز میں مشغول تھا تو فرشتوں نے اس کو آواز دی کہ اللہ تجھ کو یحییٰ کی (ولادت کی) خوشخبری دیتا ہے، جو شہادت دے گا اللہ کے ایک کلمہ (عیسیٰ علیہ السلام) کی اور صاحب مرتبہ ہوگا اور عورت کے پاس تک نہ جائے گا۔ یا (ہر قسم کی چھوٹی بڑی تلویث سے پاک ہوگا) اور نکوکاروں سے (ہوتے ہوئے) نبی ہوگا۔ (زکریا) نے کہا پروردگار! میرے لڑکا کس طرح ہوگا جبکہ میں بہت بوڑھا ہو گیا اور میری بیوی بانجھ ہے۔ فرمایا اللہ جو چاہے اسی طرح کرتا ہے زکریا نے کہا۔ پروردگار! میرے لئے کوئی نشانی مقرر کیجئے۔ فرمایا تیرے لئے یہ نشانی ہے کہ تو تین دن لوگوں سے اشارہ کے سوا (زبان سے) بات نہ کریگا۔ اور اپنے رب کی یاد میں (اظہار شکر کے لئے) بہت زیادہ رہ، اور صبح و شام تسبیح کر۔

چند تفسیری حقائق

سورۂ آل عمران اور مریم میں ہے کہ جب زکریا (علیہ السلام) کو یحییٰ (علیہ السلام) کی ولادت کی بشارت دی گئی تو وہ تعجب کا اظہار کرنے لگے "کہ میں ضعیف العمر اور بیوی بانجھ، پھر یہ بشارت کس طرح عالم وجود میں آئے گی"۔ شاہ عبدالقادر (نور اللہ مرقدہ) اس کے متعلق ایک لطیف بات ارشاد فرماتے ہیں۔ "انوکھی چیز مانگتے تعجب نہیں آیا، جب سنا کہ ہوگا تب تعجب کیا"[1]

گذشتہ مباحث میں یہ کئی جگہ ذکر ہو چکا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی جانب سے اس قسم کے سوالات کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ خدا کی قدرت کاملہ کے بارہ میں شک کرتے ہیں بلکہ مقصد یہ ہوتا ہے کہ اُن کو یہ بتا دیا جائے تو بہتر ہے کہ قدرت الٰہی کا یہ کرشمہ کس نوعیت کے ساتھ وجود پذیر ہونے والا ہے۔ مگر چونکہ سوال کی ظاہر سطح ایسی ہوتی ہے کہ گویا وہ اس کے وقوع کے بارہ میں متردد ہیں اس لئے سنتہ اللہ یہ جاری ہے کہ اول اُن کو اُسی انداز میں جواب دیا جاتا ہے تاکہ ان کو متنبہ کر دیا جائے کہ اگرچہ بہ تقاضائے بشریت ان کا یہ سوال قابل گرفت نہیں ہے تاہم ان کی شانِ رفیع سے یہ بہت نازل اور کمتر بات ہے کہ وہ مقرب بارگاہ ہوتے ہوئے اس قسم کے معاملہ میں اظہار تعجب کریں۔ چنانچہ شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے اپنے مختصر سے دو جملوں میں اسی جانب اشارہ کیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی سوال کی جو حقیقی روح ہے اُس کے پیش نظر اصل جواب بھی ضرور دیا جاتا ہے تاکہ ان کا قلب مطمئن ہو جائے۔

اسی حقیقت کے پیش نظر اس مقام پر بھی اول زکریا علیہ السلام کے تعجب کے مطابق جواب دیا اور اپنی قدرت کاملہ کے بے روک ٹوک تصرفات کا اظہار فرمایا اور پھر زکریا (علیہ السلام) کے سوال کی حقیقی روح کے مطابق یہ جواب دیا "واصلحنا له زوجه" ہم نے اس کی بیوی کے مرض کو دور کر کے صحیح و تندرست کر دیا۔

۲۔ سورۂ مریم میں ہے کہ حضرت زکریا نے اولاد کی دعا مانگتے ہوئے درگاہِ الٰہی میں یہ عرض کیا تھا "یرثنی ویرث من ال یعقوب" تو یہاں وراثت سے علم و حکمت اور نبوت کی میراث مراد ہے۔ جیسا کہ حضرت داؤد و سلیمان (علیہما السلام) کے واقعات میں گذر چکا۔ اور اس مقام پر تو یہ معنی اس لئے بھی زیادہ واضح ہیں کہ زکریا (علیہ السلام) مال و دولت سے خالی تھے اور نجاری کے ذریعہ روزانہ کی قوت لایموت حاصل کر لیا کرتے تھے اُن کے پاس وہ دولت ہی کہاں تھی جس کی وراثت کی ان کو تمنا ہوتی، نیز اس لئے بھی وراثت مالی مراد نہیں ہو سکتی کہ اگر یہ مقصد ہوتا تو زکریا (علیہ السلام) کو فقط یہ کہنا چاہئے تھا کہ "یرثنی" وہ میرا وارث بنے گا۔ "یرث من ال یعقوب" کہنے کے کیا معنی؟ یحییٰ (علیہ السلام) تنہا تمام خاندانِ یعقوب (علیہ السلام) کے کس طرح مالی وارث ہو سکتے تھے۔

۳۔ سورۂ آل عمران اور مریم میں ہے "ایتك ان لا تکلم الناس ثلث لیال سویا" ہم نے اس کی تفسیر جمہور کے مطابق کی ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن عباسؓ مجاہدؒ، عکرمہؒ، قتادہ اور دوسرے علماء اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں :۔

اعتقل لسانه من غیر مرض و لا علة و قال زید بن اسلم من غیر خرس - ولا یستطیع ان یکلم قومه الا اشارة[1]

ان کی زبان تین دن کے لئے بغیر کسی مرض اور خرابی کے بند ہو گئی تھی۔ اور زید بن اسلم کہتے ہیں۔ کہ ان کی زبان گنگ کی مرض سے پاک رہتے ہوئے تین دن کے لئے بند ہو گئی تھی اور ان میں یہ قدرت نہیں رہی تھی کہ قوم

[1] موضح القرآن سورۂ مریم۔

[1] تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۱۱۳

سے اشارہ کے سوا بول سکیں۔

اس آیت کے اس جملہ میں "سویا" کے معنی میں دو قول ہیں ایک سویٌ بمعنی صحیح و تندرست اور دوسرے بمعنی "متتابعات" (یعنی مسلسل تین روز) قولِ اول جمہور کا قول ہے۔ اور عوفیؒ نے ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے ایک روایت دوسرے قول کے مطابق نقل کی ہے۔ حافظ عماد الدینؒ جمہور کے قول کو ترجیح دیتے ہیں[1] لوقا کی انجیل میں بھی زکریاہ علیہ السلام کے اس واقعہ کا اسی طرح ذکر ہے جس طرح اس آیت کی تفسیر میں جمہور علماء کا مسلک ہے:۔

زکریاہ نے فرشتے سے کہا، میں یہ بات کس طرح جانوں کیونکہ میں بوڑھا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔ فرشتے نے جواب میں اس سے کہا: میں جبرئیل ہوں جو خدا کے حضور کھڑا رہتا ہوں اور اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تجھ سے کلام کروں اور تجھے ان باتوں کی خوشخبری دوں ۰ اور دیکھ جس دن تک یہ باتیں واقع نہ ہو لیں تو چپکا رہیگا اور بول نہ سکے گا[2]

لیکن مولانا آزاد ترجمان القرآن میں جمہور کی تفسیر سے جدا یہ معنی بیان کرتے ہیں۔ کہ "زکریاہ (علیہ السلام) سے کہا گیا کہ تم بنی اسرائیل کے روزوں کی طرح تین دن کھانے پینے وغیرہ سے باز رہنے کے ساتھ ساتھ خاموشی بھی اختیار کئے رہو تو موعود بشارت کا وقت شروع ہو جائے گا۔" چنانچہ لوقا کی انجیل کا مسطورۂ بالا نقل کرکے فرماتے ہیں۔

قرآن نے یہ نہیں کہا کہ حضرت زکریا گونگے ہو گئے۔ یہ یقیناً بعد کی تعبیرات ہیں جو حسبِ معمول پیدا ہو گئیں۔ صاف بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت زکریا کو روزہ رکھنے اور مشغول عبادت رہنے کا حکم ہوا اور یہودیوں کے یہاں روزہ کے اعمال میں ایک عمل "خاموشی" بھی تھی۔

"ان لا تکلم الناس" کی یہ تفسیر اگرچہ عربیت کے قواعد کے بموجب بن سکتی ہے لیکن سلف صالحین سے چونکہ باتفاق اس کے خلاف مذکور ہے۔ اس لئے ہمارے نزدیک قابلِ قبول نہیں۔ رہا "گونگا ہو جانا" تو اس کے متعلق گذشتہ سطور میں نقل ہو چکا ہے۔ کہ یہ مسلک کسی کا بھی نہیں ہے کہ وہ ایسے مرض میں مبتلا کر دئے گئے تھے جس کو "خرس" (گونگا ہونا) کہتے ہیں بلکہ زبان میں قوتِ گویائی کے صحیح و سالم رہنے کے باوجود علامت کے طور پر تین دن کے لئے منجانب اللہ زبان میں "حصر" (رکاوٹ) واقع ہو گیا تھا۔

۴۔ سورۃ آل عمران میں "وجد عندھا رزقاً" کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ "یہاں رزق سے مراد علم و حکمت کے صحیفے ہیں"۔ مگر ہم نے اس قول کو اختیار نہیں کیا اس لئے کہ صاف اور متبادر معنی وہی ہیں جو جمہور سے منقول ہیں۔

[1] تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۱۱۲
[2] لوقا باب ۱ آیت ۱۸-۲۰

دورۂ تفسیر

قطب الاقطاب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے اتباع میں معمول کے مطابق اس سال بھی فارغ التحصیل علمائے کرام کا دورۂ تفسیر انجمن خدام الدین کے زیر اہتمام یکم رمضان المبارک سے شروع ہوگا۔ حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے طریق پر ربط آیات کے ساتھ قرآن کریم کی تفسیر پڑھائیں گے۔ قلم، دوات، قیام و طعام اور کاغذ کا انتظام انجمن کی طرف سے ہوگا۔ کامیاب حضرات کو سید العرب والعجم شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ مفکر اسلام۔ قائد انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ محدثِ اعظم علامۂ زمان سید الاتقیا حضرت مولانا انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، قطب زمان، مفسر کبیر، ولیٔ بے نظیر شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی اور حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب درخواستی مدظلہ العالی کے دستخط شدہ اسناد دی جائیں گی۔

شریک ہونے والے علماء کرام موسم کے مطابق بستر ہمراہ لائیں۔

(میاں) غلام حسین (صاحب)

ناظم انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ

لاہور

خواتین کا صفحہ

اسلامی پردہ

قاری عبدالمجید مدرس مدرسۂ انوارالاسلام کپھال — ایبٹ آباد۔

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّةِ الْاُوْلٰی وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ ط

ترجمہ

اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور زمانہ جاہلیت کی طرح اپنے بناؤ کا اظہار نہ کرو۔ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو (سورۂ احزاب رکوع نمبر۴)

ان آیات میں اللہ تعالےٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو آداب سکھا رہا ہے۔ چونکہ تمام مسلمان عورتیں انہی کے ماتحت ہیں۔ اس لئے یہ احکام تمام کے لئے ہیں

عورتیں اپنے گھروں میں رہیں

اسلام سے قبل جاہلیت کے زمانہ میں یہ رواج تھا۔ کہ عورتیں باہر میلوں، بازاروں گلی کوچوں میں بغیر پردہ کے پھرا کرتی تھیں اور اپنے حسن وجمال کا اظہار کیا کرتیں۔ جن کی وجہ سے کئی دفعہ فسادات ہوجایا کرتے تھے۔ چونکہ یہ رسم بد جاہلانہ تھی۔ اور اسلام اس بری اور قبیح رسم کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ حکم ہوا کہ مسلمان عورتیں کافروں کی عورتوں کی طرح باہر نہ نکلا کریں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ عورت سرتاپا پردے کی چیز ہے۔ یہ جب اپنے گھر سے باہر قدم رکھتی ہے تو شیطان جھانکنے لگتا ہے۔ یہ سب سے زیادہ خدا تعالےٰ کے اس وقت قریب ہوتی ہے۔ جب کہ اپنے گھر کے اندرونی حجرہ میں ہو۔

اسی لئے عورتوں پر جہاد فرض نہیں

جہاد میں عورت پردہ میں نہیں رہ سکتی تھی، اس لئے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اور عرض کی کہ اے اللہ کے رسول، مرد ہم سے سبقت لے گئے۔ کہ وہ جہاد کرتے ہیں۔ ہم جہاد نہیں کر سکتیں۔ آپ ہمیں کوئی ایسا عمل بتا دیجئے کہ جس سے ہم مجاہدین کی فضیلت کو پالیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو عورت عصمت وپردہ کے ساتھ اپنے گھر میں بیٹھی رہے اس نے جہاد کی فضیلت کو پالیا۔

عورت اپنے گھر میں نماز پڑھے

حدیث شریف میں ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ عورت کی اپنے گھر کی اندرونی کوٹھری کی نماز گھر کی نماز سے افضل ہے۔ اور گھر کی نماز صحن کی نماز سے افضل ہے (ابوداؤد)

یعنی عورت کو ایسی جگہ نماز پڑھنی چاہیئے کہ جہاں اسے کوئی غیر محرم نہ دیکھ سکے، اسلام نے نماز پر پابندی لگائی کہ کسی غیر کے سامنے نہ پڑھے۔ اور نہ ہی غیر مرد کو دیکھے اور نہ کوئی مرد کسی غیر عورت کو دیکھے۔ جب نماز کسی کے سامنے پڑھنا، ٹھیک نہیں تو کسی غیر کے سامنے ویسے آنا بدرجہ اولیٰ درست نہیں۔

ایک واقعہ

ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دو بیویوں حضرت میمونہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ایک صحابیؓ جو کہ نابینا تھے۔ آئے۔۔۔ حضورؐ نے بیویوں کو پردے کا کہا۔ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ وہ تو نابینا ہیں۔ ہمیں تو نہیں دیکھ سکتے۔ تو حضورؐ نے فرمایا۔ تم تو اندھی نہیں ہو۔ کیا ان کو نہیں دیکھ رہی ہو"

اس واقعہ سے معلوم ہوا۔ کہ عورت کو بھی مرد کی طرف نہیں دیکھنا چاہیئے،

نیز حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے مردوں اور ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ کہ جو غیروں کو دیکھیں یا اپنا آپ دکھلائیں۔ بلکہ حکم ہے کہ جب تم راستہ پر چلو تو نگاہوں کو نیچی رکھو۔ اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو۔

نیچی نگاہ رکھنے کی فضیلت

مسلم شریف میں ہے۔ کہ حضرت جریرؓ بن عبداللہ۔۔۔۔ نے حضورؐ سے اچانک نگاہ پڑ جانے کے متعلق پوچھا تو حضورؐ نے فرمایا کہ فوراً ہٹالو، نیچی نگاہ کرنا۔ یا ادھر ادھر دیکھنے لگ جانا۔ خدا کی حرام کردہ چیزوں کو نہ دیکھنا۔ آیت قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ کا مقصود ہے۔ اور حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اے علیؓ نظر پر نظر نہ جماؤ۔ اچانک جو پڑ جائے وہ معاف اور۔۔۔ قصداً معاف نہیں ہے اور حضورؐ نے فرمایا کہ تم چھ چیزوں کے ضامن ہو جاؤ۔ میں تمہارے لئے جنت کا ضامن ہو جاؤں گا

۱۔ بات جھوٹی نہ کہو (۲) امانت میں خیانت نہ کرو (۳) وعدہ خلافی نہ کرو (۴) نظر نیچی رکھو (۵) ہاتھوں کو ظلم سے بچائے رکھو (۶) اپنی شرم گاہوں کی، حفاظت کرو۔ اور صحیح بخاری میں ہے کہ جو شخص زبان اور شرمگاہ کو خدا کے فرمان کے مطابق رکھے اس کے لئے میں جنت کا ضامن ہوں۔ بس ان ہی پر اکتفا کرتا ہوں ورنہ اس کے تو اور بھی فضائل آئے ہیں۔

قارئین کرام

یہی نہیں بلکہ عورت کو چاہیئے کہ وہ اپنے پیر سے بھی پردہ کرے۔ اس پر ایک شہادت درج ہے

پیر سے پردہ

ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی عورت نے پردے کے پیچھے سے ایک پرچہ دینا چاہا۔ اور اس نے اپنے ہاتھ کو آگے بڑھایا۔ حضور نے اپنے دست مبارک کو پیچھے ہٹا لیا۔ اور فرمایا۔ کہ مجھے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ ہاتھ عورت کا ہے یا کسی مرد کا (؟) عورت نے جواب دیا کہ عورت کا ہے تو فرمایا کہ تجھے اپنے ناخنوں کی سفیدی کو مہندی سے بدل دینا چاہیئے تھا

سلسلہ حکیم عبدالرحمٰن لودھیانوی
شیخوپورہ

سورۂ اخلاص کی توضیح

(تفسیر عزیزی)

شانِ نزول

یہ سورت مکی ہے اس میں چار آیتیں اور پندرہ کلمے اور سنتالیس حرف ہیں۔ اور اس سورت کے نازل ہونے کا سبب یہ تھا کہ کافروں کے سرداروں کے ایک گروہ نے آنحضرتؐ کے حضور میں آکر سوال کیا۔ کہ تم ہمارے خداؤں کو تو بُرا کہتے ہو اور ان کی عاجزی اور ناتوانی بیان کرتے ہو اور طرح طرح کے عیب ان میں بتلاتے ہو۔ بھلا کہو تو، تمہارا خدا کیا صفت رکھتا ہے؟ اور کس چیز سے پیدا ہوا ہے؟ اور اس سے کیا چیز پیدا ہوئی؟ اور اصل و فرع اس کی کیا ہے؟ آنحضرتؐ نے سکوت کیا پھر جبرئیلؑ یہ سورت لائے۔

اور بعض روایتوں میں یوں آیا ہے کہ کافروں کے سوال میں یہ بھی تھا کہ تمہارا خدا کیا چیز ہے؟ وہ کیا کھاتا ہے؟ اور کیا پہنتا ہے؟ اور اس کو خدائی کس سے میراث میں ملی ہے؟ اور اس کی میراث کون لے گا؟ اور اس کا مشیر و مددگار خدائی کارخانوں میں کون ہے

وجہ تسمیہ

اس سورت کو سورۂ اخلاص اس واسطے کہتے ہیں کہ یہ سورت مسلمانوں کے دلوں کو حق کی معرفت کے واسطے خالص کرتی ہے اور اس کی ذات وصفات کی دریافت کے واسطے۔

اس جگہ یہ جاننا چاہیئے کہ آدمی کی معرفت کی انتہا حق تعالٰے کی حقیقت اور کُنہ کے دریافت میں یہ ہے کہ اس کی ذات پاک کے خاصوں کو جو اُس ذات کو لازم ہیں دریافت کرے اور بس۔ اس واسطے کہ اللہ تعالٰے کی ذات مقدس بسیط ہے۔ یعنی جُز اور ٹکڑے اُس میں پائے نہیں جاتے اور کسی علت کی معلول بھی نہیں ہے یعنی اس کے وجود کا کوئی سبب بھی نہیں ہے اور

ہر شے کے چار اسباب

ہر چیز کے دریافت کرنے کا طریقہ عالم میں چار طور پر منحصر ہے یعنی اس کے واسطے چار اسباب ضروری ہیں۔ پہلے اس چیز کے مادّہ کا دریافت کرنا یعنی اصل اس کی کیا ہے؟ (۲) دوسرے اس کی صورت کا دریافت کرنا کہ کس طرح کی ہے (۳) تیسرے اس کی علّت کا دریافت کرنا (۴) چوتھے اس کی غرض کا دریافت، کرنا کہ یہ کس کام کی ہے؟

سو پہلے تینوں طریقے یہاں پر نہیں ہو سکتے اُس کا بیان یہ ہے کہ جیسے کسی شخص نے تخت کی حقیقت سے سوال کیا تو اُس کا جواب چار طور سے ہو سکتا ہے۔ یعنی اس کے جواب میں چار چیزیں بیان کی جائیں گی۔ اوّل اس کے مادّہ کو بیان کریں گے کہ لکڑی کے تختوں اور لوہے کی میخوں سے بنا ہے اور اس کو علّت مادّی کہتے ہیں دوسرے صورت اس کی بیان کریں گے کہ چوکھٹی ہے یا لمبی ہے اور اس کو علّت صوری کہتے ہیں۔ تیسرے اس کے بنانے والے کو بیان کریں گے کہ ترکھان (نجار) نے بنایا ہے اور اس کو علّت فاعلی کہتے ہیں۔ چوتھے اس کی غرض بیان کریں گے کہ یہ چیز بیٹھنے کے واسطے بنی ہے اور اس کو علّت غائی کہتے ہیں۔

سو حق تعالٰے کی جناب میں پہلے تین طریقے ممکن نہیں ہیں تو ضروری ہُوا کہ چوتھے پر اکتفا کی جائے لیکن جناب الٰہی کی پاکیوں کا بیان کرنا ضروری ہُوا تاکہ پوری تمیز اور جدائی حاصل ہو۔ پس اللہ کا لفظ تمام غرضوں کو شامل ہے۔ جو عالم کی نسبت سے اس کی ذات پاک سے خیال کی جاتی ہیں جیسے خالقیت اور رازقیت اور داد و دہش، اور معبود ہونا، اسی واسطے لفظ اللہ کو اس سورت کا سرنامہ کیا، تو گویا یہ بات فرمائی کہ اس کی صفت یہ ہے کہ وہ معبود، پیدا کرنے والا، بنانے والا، رزق دینے والا، زندہ کرنے والا اور مارنے والا ہے۔ اور سب جہان کی ضروریات اسی سے پائی گئی ہیں۔ اور آخر تک اسی سے تعلق رکھیں گی

اور جو یہ بات عوام کے خیال میں علیحدہ علیحدہ مشترک تھی تو سلبیہ صفات کا ملانا بھی کے ساتھ ضرور ہُوا۔ تاکہ وہ اشتراک وہمی بھی دُور ہو جائے۔ اور توحید خالص حاصل ہو۔

تفسیر

قُلْ ۔ کہہ تو اے محمدؐ ھُوَ اللّٰہُ وہ جس کو تم پوچھتے ہو اللہ کی ذات ہے جو سب کمال کی صفات کی جامع ہے اور جو کچھ عالم میں دیکھا یا سُنا جاتا ہے سب اس کی حیات، علم، ارادہ، قدرت، کلام، اور سمع اور بصر سے ہے اور سوائے اس کے جو جواہر اور اعراض پائے جاتے ہیں سب اس کے وجود سے ہیں۔ اَحَدٌ یگانہ ہے جو نہ شریک رکھتا ہو نہ جُز، یعنی نہ جُز عقلی نہ خارجی نہ بالفعل نہ تخیلی، اور اس کے کمال بسیط ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ جو اَحَدٌ کا لفظ لائے ہیں، اس واسطے کہ واحد کا لفظ شریک عددی کی نفی میں اکثر بولا جاتا ہے۔ نہ کہ اجزا کی نفی میں، جیسا کہ کہتے ہیں زید انسان واحد ہے اگرچہ ہاتھ، پیر، آنکھ ناک، کان اور اس کے سوا بہت اجزا رکھتا ہے۔ اسی سبب سے اس کو احد نہیں کہتے ہیں۔ پس اَحَدٌ وہ ہے کہ نہ کسی طرح سے قسمت تقسیم اور بانٹ اس میں ہو سکے اور یہ بات خاص اسی ذات پاک ہی پائی جاتی ہے اور کسی میں پائی نہیں جاتی۔ اَللّٰہُ الصَّمَدُ اللہ کے لفظ کو پھر دوبارہ لائے تاکہ اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ باوجود اس حرف بسیط اور مجرد احدیت کے اس کو ہم کمال کی صفتیں ثابت کرتے ہیں۔ اس واسطے کہ اس کا صَمَد ہونا انہیں صفتوں کا تقاضا کرتا ہے اور صَمَد کے معنی حضرت امام جعفر صادقؓ نے فرمائے ہیں کہ صمد وہ ہے جو کسی کا محتاج نہ ہو اور وجود کا سلسلہ بغیر ایک ایسی ذات کے کہ جو صمد کی صفت سے موصوف ہو قائم نہیں رہ سکتا۔ اس واسطے کہ عالم میں بالکل احتیاج دیکھی جاتی ہے اور جب ہر چیز دوسرے کی محتاج ہوتی تو ضرور ہُوا کہ ایک ذات ایسی ہو کہ سب کی احتیاج اُسی کی طرف منتہی ہو اور وہ کسی کی محتاج نہ ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو احتیاج کا سلسلہ منقطع نہ ہو۔ تو حقیقت میں اس ذات کی خصوصیتوں میں سے دو چیزیں یہاں ذکر کی گئی ہیں۔ ایک اَحَد ہونا اور دوسرے صَمَد ہونا۔

اور باقی صفتیں انہی دونوں صفتوں سے

نکلی ہیں۔ لَمْ یَلِدْ اور نہ جنتا ہے، اس واسطے کہ اگر کسی چیز کو جنے تو حقیقت میں وہ چیز اس کی شریک ہو جائے اور جب شریک ہوئی تو اس سے بے پروائی حاصل ہوئی اور جب اُس سے بے پروائی ہوئی تو وہ صمد نہ رہا۔

وَلَمْ یُوْلَدْ۔ اور نہ جنا گیا ہے کسی سے، اس واسطے کہ اگر کسی سے جنا گیا ہوتا تو اس کا محتاج ہوتا تو صمد نہ ہوتا اور جب اَحَد ہوا تو " وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ۝" بھی اس کی صفت ہو گی یعنی اس کے واسطے اور کوئی برابری والا نہیں ہے اس واسطے کہ اگر کوئی اس کا ہمسر ہوتا تو وے دونوں ایک چیز میں شریک ہوتے اور دوسری چیز میں دونوں علیحدہ علیحدہ خاص ہوتے تو اُس کی ذات پاک یگانہ نہ ہوتی۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ کبھی شرکت عدد میں ہوتی ہے تو اُس کی اَحَد کے لفظ سے نفی فرمائی اور کبھی شرکت مرتبے اور منصب میں ہوتی ہے تو اس کی صمد کے لفظ سے نفی فرمائی۔ اور کبھی شرکت کام اور تاثیر میں ہوتی ہے تو اُس کی لَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ۝ سے نفی فرمائی۔

پانچ باطل فرقے

اور اسی سبب سے اس کو سورۂ اخلاص کہتے ہیں اور یہ بھی کہا ہے کہ باطل مذہب والے دُنیا میں پانچ فرقے ہیں۔ پہلا فرقہ دہریہ کا، جو کہتے ہیں، کہ اس عالم کو پیدا کرنے والا نہیں ہے کسی طرح سے یہ اسباب ہو کر یہ کارخانہ بن گیا ہے سو مسلمان آدمی نے جس وقت ھُوَ کے لفظ کو اپنی زبان سے نکالا، تو اس باطل عقیدے سے اُس کو جدائی اور بیزاری حاصل ہوئی

(۲) دوسرا فرقہ فلاسفہ کا جو کہتے ہیں کہ جہان کا پیدا کرنے والا تو ایک ہی ہے۔ مگر کوئی صفت نہیں رکھتا۔ یعنی جو تاثیریں کہ جہان میں پائی جاتی ہیں وہ کسی سبب سے ہیں نہ اُس ذات واحد سے، اور حقیقت میں ہندوؤں کا مذہب بھی یہی ہے، اور جب مسلمان آدمی نے اللہ کے لفظ کو جو کمال کی صفتوں کی جامعیت پر دلالت کرتا ہے، مُنہ سے نکالا تو اس فرقہ کے عقیدہ سے خلاصی حاصل ہوئی۔

۳۔ تیسرا فرقہ ثنویہ کا، جو کہتے ہیں۔ کہ سب جہان کا پیدا کرنے والا ایک نہیں ہو سکتا، اس کو کئی پیدا کرنے والے چاہئیں اور جب مسلمان آدمی نے اَحَدٌ کے لفظ کو اللہ تعالےٰ کی صفتوں سے جانا تو اس شرک سے نجات پائی

۴۔ چوتھا فرقہ گمراہوں کا اہل کتاب ہے، جیسے یہود اور نصاریٰ اعتقاد رکھتے ہیں کہ جہان کا پیدا کرنے والا، دوسری مخلوقات کی طرح جورو اور اولاد بھی رکھتا ہے۔ چنانچہ حضرت عُزیر اور حضرت عیسےٰ علیہما السلام کو حق تعالیٰ کے بیٹے اور حضرت مریمؑ کو جورو کہتے ہیں اور جب مسلمان آدمی نے لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ کہا تو اس عقیدہ سے بالکل پاک ہوا، اور اسی قسم سے ہیں۔ وہ تشبیہیں جو یہود اور نصاریٰ نے باری تعالےٰ کی جناب میں ایجاد کی ہیں اور اس جناب پاک کو دوسری مخلوقات کی طرح چیزوں کا محتاج جانتے ہیں سو اُن تشبیہوں کے رد کے واسطے صمد کا لفظ جو تمام احتیاج کی نفی پر دلالت کرتا ہے کافی ہے۔

۵۔ پانچواں فرقہ مجوسیوں کا جو کہتے ہیں۔ کہ جہان کے دو خالق ہیں ایک کا نام یزدان اور جتنی اچھی چیزیں ہیں سب اس کی پیدا کی ہوئی ہیں اور دوسرے کا نام اہرمن اور اس کو قوت تاثیر میں یزدان کے برابر جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جتنی چیزیں تاریک اور ایذا دینے والی ہیں۔ اور سب بدیاں اور برائیاں اُس کی پیدا کی ہوئی ہیں اور ہمیشہ یزدان کے لشکر اور اہرمن کے لشکر سے جھگڑا قضیہ رہتا ہے سو کبھی یزدان غالب ہو جاتا ہے اور اُس کا حکم جاری ہوتا ہے تو جہان میں بھلائیاں غالب ہوتی ہیں۔ اور کبھی اہرمن کا لشکر زور کرتا ہے تو جہان میں برائیاں پھیل پڑتی ہیں، سو اس عقیدے کے واسطے لَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ۝ کو سورۃ کے آخر میں لائے اور یہ بھی کہا ہے کہ آدمی مرکّب ہے نفسی، عقلی، قلبی، روحی اور ستری لطیفوں سے، اور نفس کی معرفت کی انتہا یہ ہے کہ لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ۝ کو دریافت کرے اس واسطے کہ نفس جس چیز کو شہوانیہ اور غضبیہ قوت سے حاصل کرتا ہے تو ان دونوں حالتوں سے خالی نہیں ہوتی یعنی یا تو کسی چیز سے وہ پیدا ہوتی ہے یا جہان میں کوئی دوسری چیز اُس کے برابر موجود ہے اور جو پروردگار کو سب موجودات سے اعلیٰ اور برتر جانتے ہیں تو لاچار ان صفتوں کی اُس سے نفی کرتے ہیں اور اُس سے برتر عقل کا مرتبہ ہے اور اس کی معرفت کی انتہا اَللّٰہُ الصَّمَدُ کا مضمون ہے۔ یعنی اللہ ایسی چیز ہے۔ کہ احتیاج کا سلسلہ اُسی پر منقطع ہو جاتا ہے۔ اور وہ دوسرے کا محتاج نہیں ہوتا۔ اس واسطے کہ اسباب اور مُسبّبات کا علم عقل کو دیا ہے۔ سو عقل ہر چیز کو ایک سبب کا محتاج جانتی ہے اور اس سبب کو دوسرے سبب کا، اور یہی سبب ہے۔ کہ دین و دنیا کی تدبیریں اس بات کے ملاحظہ پر موقوف ہیں۔ پس آدمی کی عقل کی دریافت کی انتہا اُس ذات پاک کی حقیقت میں اس قدر ہے کہ وہ ذات پاک عالم اسباب اور مسببات سے بلند اور برتر ہے اور دل کی شان یہ ہے کہ کسی مشہور حالوں سے ایک حال میں مستغرق ہے۔ جیسے محبت اور خوف، اُمید اور اعتماد اور دل کی معرفت کی انتہا احدیت کا مرتبہ ہے اور رُوح کہ عالم امر سے آئی ہے وَ نَفَخْتُ مِنْ رُّوْحِیْ کی خلعت سے سرفراز ہوئی ہے۔ اُس کی معرفت کی انتہا اپنی اصل کی طرف کھینچ لے جاتا ہے اور اسم ذات یعنی اللہ کے ذکر سے اُنس اور راحت پانا اور بھید جس کا مرتبہ روح سے اوپر ہے سوائے ہویت مستقلہ کے نہیں جانتا ہے۔ اور اس کا علم وجود کی خصوصیت کے دفع کرنے میں منحصر ہے نہ سوائے اس کے۔

سو اس سورت میں وہ معرفت جو تمام لطائفِ انسانی سے متعلق ہے ارشاد فرمائی ہے۔ تاکہ ہر لطیفہ اس معرفت سے بہرہ یاب ہو۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ کلمہ ھُوَ کا عاشقوں اور والہوں کے واسطے ہے کہ اُس ذات پاک کے ملاحظہ میں اس درجہ تک مستغرق ہو گئے ہیں کہ سوائے اس قدر کے یعنی ھُوَ کے اُن کے سامنے کچھ نہیں رہا ہے۔ اور کلمۂ اللہ عارفوں کے نصیب ہے جو سب اسموں اور صفتوں میں اس کو پہچانتے ہیں اور ہر مرتبہ کے حکموں کو جُدا جُدا جانتے ہیں۔

اور اَحَدٌ کا لفظ دوسرے اولیاء اللہ کا حصہ ہے۔ جو اس ذاتِ واحد کو ہر کثرت میں اسی وحدت کی صفت سے ملاحظہ کرتے ہیں۔ اور لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ۝ کے معنی عام مسلمانوں کے نصیب ہیں۔ اور عقلی اور نقلی قوتوں کی دلیل سے اس مرتبہ تک پہنچتے ہیں۔ اور جب ان سب معنوں کو کوئی شخص جمع کرے تب پورا موحد ہو۔

اور جاننا چاہئے کہ اس صورت کو حدیث شریف ثُلُث یعنی تہائی قرآن فرمایا ہے اور ایسا مقرر ہوا ہے کہ اس سُورت کو جو

تعالےٰ مفوض داریم اینجا قول امام ابی حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ و امام محمد معتبر است نہ عمل ابی بکر شبلی و ابی حسن نوری صوفیان خام ایں وقت عمل پیران خود را بہانہ ساختہ سرود رقص را دین و ملت خود گرفتہ اند وطاعت و عبادت ساختہ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَهْوًا وَّ لَعِبًا۔ واز روایت سابق معلوم شدہ است کسیکہ فعل حرام را مستحسن و انداز زمرۂ اہل اسلام می برآید و مرتد می گردد پس خیال باید کرد کہ تعظیم مجلس سماع و رقص نمودن بلکہ آں را اطاعت و عبادت دانستن چہ شناعت دارد ﷲ سُبْحَانَهٗ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ کہ پیران ما بایں امر مبتلا نشدند و ما تابعان را از تقلید ایں امر وا رہا نیدند۔

چونکہ علم کلام میں امام کا درجہ رکھتے ہیں؟ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو آدمی سرود و غناء اور گانا بجانا کرے اور دوسرا اس کے سرود کو سن کر تحسین کے طور پر یوں کہے کہ تو نے خوب اچھا گایا، تو فرماتے ہیں کہ اس تحسین کی وجہ سے یہ شخص کافر ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے تمام احکام کفر اس پر لازم آجاتے ہیں۔ مثلاً بیوی کا مطلقہ ہو جانا وغیرہ اور اللہ تعالےٰ تمام اس کی کمی کرائی نیکیوں کو مٹا ڈالتے ہیں۔ العیاذ باللہ من ذالک۔ بالکل انہیں الفاظ سے حضرت ابو منصور الدبوسیؒ حضرت قاضی ظہیر الدین خوارزمی سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ تحسین کرنے والا کافر ہو جاتا ہے، اور وجہ اس کی یہ فرماتے ہیں کہ اس نے حکم شریعت کو بالائے طاق رکھ دیا لہٰذا کسی مجتہد کے نزدیک بھی مومن نہیں رہا اور تمام اعمال حبط ہو جاتے ہیں۔ اور اس کی کوئی نیکی بھی اللہ تعالےٰ قبول نہیں فرماتے اللہ تعالےٰ ہم سب کو اس سے اپنی پناہ میں رکھیں آمین بحرمت نبی الکریم آیات و احادیث اور روایات فقہ غنا اور سرود کی حرمت میں اس قدر ہیں کہ ان کا شمار کرنا مشکل ہے۔ اگر کوئی شخص منسوخ حدیث یا روایات شاذہ سرود کے مباح ہونے میں پیش کرے تو اس کا ہرگز اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ کسی فقیہ نے کسی زمانے میں سرود کے مباح ہونے کا فتویٰ نہیں دیا اور نہ ہی رقص و پاکوبی کو جائز قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام ہمام ضیاء الدین شامی کی ملتقط میں مذکور ہے اور صوفیہ کا عمل حل و حرمت میں سند نہیں صرف یہی کافی نہیں کہ ہم ان کو ملامت نہ کریں اور ان کا عمل اللہ کے سپرد کریں یہاں تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول معتبر ہے نہ ابو بکر شبلیؒ اور ابی حسن نوریؒ کا عمل۔ اس زمانے کے کچے اور خام صوفیوں نے اپنے پیروں کے عمل کو بہانہ بنا کر سرود و رقص کو اپنا دین بنا لیا ہے۔ اور اس کو طاعت و عبادت سمجھ لیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے لہو ولعب کو اپنا دین بنا لیا ہے اور روایات سابقہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ جو شخص حرام کو مستحسن اور اچھا سمجھے وہ اسلام کے گروہ سے نکل جاتا ہے۔ اور مرتد ہو جاتا ہے تو پھر خیال کرنا چاہیئے کہ سماع و رقص کی تعظیم کرنا بلکہ اس کو اطاعت و عبادت سمجھنا کتنا بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کا احسان ہے، کہ ہمارے پیر اس امر میں مبتلا نہیں ہوئے اور ہم تابعداروں کو اس قسم کے امور کی تقلید سے چھڑوایا۔"

آخری گذارش

ناظرین با تمکین! اس مضمون کو پڑھ کر اس کے سوا چارہ نہیں کہ ہم سب مل کر توبہ کریں اور اللہ تعالےٰ سے اپنے گناہ بخشوائیں۔ خدا کرے کہ مروجہ قوالی کا سلسلہ کم از کم مزارات پر تو بند ہو جائے اور اس کی بجائے ان اولیائے کرامؒ کے سوانح حیات طیبہ، توحید، معرفت، روحانیات اور اخلاقیات کے بلند پایہ مضامین، لوگوں کو سنانے اور پہنچانے کا اہتمام کیا جائے۔ کیونکہ ان پاک ہستیوں کا ایک ایک لفظ گنجینۂ حکمت و معرفت ہے اور مسلمانوں کے روحانی اور باطنی فروغ و ارتقاء کے لئے ایک بیش بہا خزانہ ہے ان حضرات نے کلمات طیبات و ارشادات عالیہ کا ایک ایسا لازوال ذخیرہ اپنی یادگار میں چھوڑا ہے۔ جو طالبان حق و صداقت اور تشنگان چشمۂ معرفت کو ہر وقت سیر کر سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ پاکستان کو جیسا کہ دنیا کی آنکھیں اس کی طرف لگی ہوئی ہیں، ایک مثالی بنا دے اور ہمیں توفیق عمل اور فہم سلیم عطا فرمائیں۔ آمین

(وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ)

مرّوجہ قوّالی کی حقیقت

محمد طفیل صاحب ممبر یونین کمیٹی لاہور

(آخری قسط)

از مسائل کلامیہ رائے علیحدہ است و حکم جُدا و در بیان منع استماع غنا و منع از حضور مجلس رقاصان ازیں جاست کہ سماع و رقص را تجویز نہ کردہ اند۔ و احوالیکہ برآں مرتب شود اعتبار نمودہ اند بلکہ ذکر جہر را بدعت دانستہ منع آں فرمودہ اند و ثمراتیکہ برآں مترتب شود التفات برآں نمودہ روزے بمجلس طعام در ملازمت حضرت ایشاں حاضر بودیم شیخ کمال کہ یکے از مخلصان حضرت خواجہؒ ما بود در وقت افتتاح طعام در حضور ایشاں اسم اللہ را بلند گفت ایشاں را ناخوش آمد بحدیکہ زجر بلیغ فرمودند و فرمودند کہ او را منع کنند کہ در مجلس طعام ما حاضر نشود واز حضرت ایشاں شنیدہ ام کہ حضرت خواجہ نقشبند علماء بخارا را جمع کردہ بخانقاہ حضرت امیر کلال بردہ بودند تا ایشاں را از ذکر جہر منع فرمایند علماء بحضرت امیر گفتند کہ ذکر جہر بدعت ست نکنند۔ ایشاں در جواب فرمودند کہ نکنیم اکابر ایں طریق ہر گاہ در منع ذکر جہر ایں ہمہ مبالغہ نمایند از سماع و رقص و وجد و تواجد چہ گوید احوال و مواجید

ترجمہ

سماع اور سرود کے سننے اور رقاصوں یعنے ناچنے اور گانے والوں کی مجلس میں حاضر ہونے سے منع کرنے اور اس کے مناسب بیان میں اپنے پیر زادوں یعنے خواجہ عبداللہ اور خواجہ عبیداللہ کی خدمت میں صادر فرمایا ہے ... یہی وجہ ہے کہ ان بزرگوں نے سماع و رقص کو جائز نہیں سمجھا۔ اور اُن احوال کا جو اُن پر مترتب ہوتے ہیں کچھ اعتبار نہیں کیا ہے۔ بلکہ ذکر جہر کو بدعت جان کر اس سے منع کیا ہے۔ اور وہ فائدے اور ثمرے جو اس پر مترتب ہوتے ہیں اس کی طرف التفات یعنی توجہ نہیں کی۔ ایک روز حضرت ایشاںؒ کی خدمت کی ملازمت میں مجلس طعام میں حاضر تھا شیخ کمال نے جو حضرت کے مخلص دوستوں میں سے تھا کھانا شروع کرتے وقت حضرت ایشاں کے حضور میں اسم اللہ کو بلند کہا حضور کو بہت ناخوش ہوا۔ اور یہاں تک جھڑکا اور فرمایا کہ اس کو کہہ دو کہ ہماری مجلس طعام میں حاضر نہ ہوا کرے۔ اور میں نے حضرت ایشاں سے سُنا ہے کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ علماء بخارا کو جمع کر کے حضرت امیر کلالؒ کی خانقاہ میں لے گئے تھے تاکہ اُن کو ذکر جہر سے منع کریں۔

کہ بر اسباب نا مشروع مرتب شوند نزد فقیر از قبیل استدراجات است چہ اہل استدراج را نیز احوال و اذواق دست میدہد وکشف توحید و مکاشفہ و معائنہ در مرایاء صور عالم بظہور مے آید حکماء یونان و جوگیہ و براہمہ ہند دریں معنی شریک اند علامت صدق احوال موافقت علوم شرعیہ است باجتناب از ارتکاب امور محرمہ و مشتبہ باید دانست کہ سماع و رقص فی الحقیقت داخل لہو و لعب است کریمۂ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ در شان منع سرود نازل شدہ است چنانچہ مجاہد کہ شاگرد ابن عباسؓ است و از کبائر تابعینؒ گوید کہ مراد لہو الحدیث سرود است وَ فِي الْمَدَارِكِ لَهْوُ الْحَدِيْثِ اَلسَّحَرُ وَ الْغِنَاءُ وَ كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ يَحْلِفَانِ اَنَّهُ الْغِنَاءُ وَ قَالَ مُجَاهِدٌ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ اَيْ لَا يَحْضُرُوْنَ الْغِنَاءَ وَ حُكِيَ عَنْ اِمَامِ الْهُدٰى اَبِي الْمَنْصُوْرِ الْمَاتُرِيْدِيِّ

علماء نے حضرت کی خدمت میں عرض ... کیا کہ ذکر جہر بدعت ہے نہ کیا کریں انہوں نے جواب میں فرمایا کہ نہ کریں گے جب اس طریقہ کے بزرگوار ذکر جہر کے منع کرنے میں اس قدر مبالغہ کرتے ہیں تو پھر سماع اور رقص اور وجد اور تواجد کا کیا ذکر ہے۔ وہ احوال مواجد جو غیر شرعی اسباب پر مترتب ہوں فقیر کے نزدیک استدراج کی قسم سے ہے کیونکہ استدراج والوں کو بھی اذواق حاصل ہوتے ہیں اور جہان کی صورتوں کے آئینوں میں کشف توحید اور مکاشفہ و معائنہ اُن کو ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس امر میں حکماء یونان اور ہند کے جوگی اور برہمن سب برابر ہیں۔ احوال کے سچا اور صادق ہونے کی علامت علوم شرعیہ کے ساتھ اُن کا موافق ہونا اور محرم اور مشتبہ امور کے ارتکاب سے بچنا، ہے۔ جاننا چاہیئے کہ سماع و رقص در حقیقت لہو و لعب میں داخل ہے، آیۃ کریمہ " اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو واہیات قصّے کہانیاں مول لیتا ہے۔ سرود کے منع ہونے کی، شان میں نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ مجاہدؒ جو کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے شاگرد ہیں ارشاد فرماتے ہیں کہ قرآن پاک میں جو لہو الحدیث کا لفظ آیا، ہے۔ اس سے مُراد سرود ہے۔ اور حضرت ابن عباسؓ و عبداللہ بن مسعودؓ تو قسم اٹھا کر فرماتے تھے کہ اس لہو الحدیث سے جو قرآن پاک میں مذکور ہے اس کا معنی سرود ہے اور حضرت مجاہدؒ سے تفسیر مدارک میں یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ قرآن پاک میں لایشہدون الزور وارد ہوا ہے اس لفظ زُور کا معنیٰ سرود ہے۔ اور حضرت امام الہدیٰ ابو منصور ماتریدی .....

مَنْ قَالَ لِمُقْرِئِ زَمَانِنَا اَحْسَنْتَ عِنْدَ قِرَاءَتِهٖ يَكْفُرُ وَ بَانَتْ مِنْهُ اِمْرَاَتُهٗ وَ اَحْبَطَ اللّٰهُ تَعَالٰى كُلَّ حَسَنَاتِهٖ وَ حُكِيَ عَنْ اَبِيْ نَصْرِ الدَّبُوْسِيِّ عَنِ الْقَاضِيْ ظَهِيْرِ الدِّيْنِ الْخَوَارِزْمِيِّ مَنْ سَمِعَ الْغِنَاءَ مِنَ الْمُغَنِّيْ وَ غَيْرِهٖ اَوْ يَرٰى فِعْلًا مِنَ الْحَرَامِ فَحَسَّنَ ذٰلِكَ بِاعْتِقَادٍ اَوْ بِغَيْرِ اعْتِقَادٍ يَصِيْرُ مُرْتَدًّا فِي الْحَالِ بِنَاءً عَلٰى اَنَّهٗ اَبْطَلَ حُكْمَ الشَّرِيْعَةِ وَ مَنْ اَبْطَلَ حُكْمَ الشَّرِيْعَةِ فَلَا يَكُوْنُ مُؤْمِنًا عِنْدَ كُلِّ مُجْتَهِدٍ وَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ تَعَالٰى طَاعَتَهٗ وَ اَحْبَطَ اللّٰهُ كُلَّ حَسَنَاتِهٖ۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ۔

آیات و احادیث و روایات فقیہ در حرمت غنا بسیار است بحدیکہ احصائے آں متعذر است۔ معذلک۔ اگر شخصے حدیث منسوخ یا روایت شاذہ را در اباحت بیارد اعتبار نباید کرد زیرا کہ ہیچ فقیہے در ہیچ وقتے و زمانے فتویٰ باباحت تردد نہ دادہ است و رقص و پاکوبی را تجویز نداشتہ چنانچہ در ملتقط رسالۂ امام ہمام ضیاء الدین شامی مذکور است و عمل صوفیہ در حل و حرمت سند نیست کہ ما ایشاں را معذور داریم و ملامت نکنیم و امر ایشاں را بحق سبحانہٗ و

کوئی پڑھے تو گویا تہائی قرآن اس نے پڑھا اس فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کا مقصد تین چیز سے باہر نہیں ہے۔ یا اللہ تعالےٰ کی ذات کی معرفت کا بیان ہے یا وصول کے طریق کی معرفت کا بیان ہے۔ کتابوں کے نازل کرنے سے اور پیغمبروں کے بھیجنے سے اور شریعتوں کے بیان کرنے سے، یا اس حالت کا بیان ہے جو جنت یا دوزخ میں پہنچنے کے بعد حاصل ہوگی اور یہ سورت ایک قسم کے بیان میں ان تینوں قسموں سے جو اشرف اور اوّل قسم ہے کافی ہے چنانچہ اس کی توضیح اوپر ہو چکی واللہ اعلم

از تفسیر حضرت شبیر احمد صاحب عثمانیؒ

یعنی جو لوگ اللہ کی نسبت پوچھتے ہیں کہ وہ کیسا ہے؟ اُن سے کہہ دیجئے کہ وہ ایک ہے جس کی ذات میں کسی قسم کے تعدد و تکثر اور دُوئی کی گنجائش نہیں نہ اُس کا کوئی مقابل، نہ مشابہ اس میں مجوس کے عقیدہ کا رد ہوگیا جو کہتے ہیں کہ خالق دو ہیں خیر کا خالق یزدان اور شر کا اہرمن، نیز ہنود کی تردید ہوئی جو تیس کروڑ دیوتاؤں کو خدائی میں حصہ دار ٹھہراتے ہیں۔

صمد کی تفسیر کئی طرح کی گئی ہے طبرانی ان سب کو نقل کرکے فرماتے ہیں۔

وَكُلُّ هٰذِهٖ صَحِيْحَةٌ وَهِيَ صِفَاتُ رَبِّنَا عَزَّوَجَلَّ هُوَ الَّذِیْ يُصْمَدُ إِلَيْهِ فِی الْحَوَائِجِ، وَهُوَ الَّذِیْ قَدِ انْتَهٰى سُؤْدُدُهٗ، هُوَ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَا جَوْفَ وَلَا يَاْكُلُ وَلَا يَشْرَبُ وَهُوَ الْبَاقِیْ بَعْدَ خَلْقِهٖ (ابن کثیر)

ترجمہ:-

یہ سب معانی صحیح ہیں اور یہ سب ہمارے رب کی صفات ہیں وہی ہے جس کی طرف تمام حاجات میں رجوع کیا جاتا ہے یعنی سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں اور وہ ہی ہے جس کی بزرگی اور فوقیت تمام کمالات اور خوبیوں میں انتہا کو پہنچ چکی ہے اور وہی ہے جو کھانے پینے کی خواہشات سے پاک ہے اور وہی ہے جو خلقت کے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہنے والا ہے۔

اللہ تعالےٰ کی صفت صمدیت سے اُن جاہلوں پر رد ہوا جو کسی غیر اللہ کو کسی درجہ میں مستقل اختیار رکھنے والا سمجھتے ہوں نیز آریوں کے عقیدہ مادہ اور روح کی بھی تردید ہوئی کیونکہ اُن کے اصول کے موافق اللہ تو عالم کے بنانے میں اِن دونوں کا محتاج ہے اور یہ دونوں اپنے وجود میں اللہ کے محتاج نہیں۔ (والعیاذ باللہ)

نہ کوئی اُس کی اولاد، اور نہ وہ کسی کی اولاد، اس میں اُن لوگوں کا رد ہوا۔ جو حضرت مسیحؑ کو یا حضرت عزیرؑ کو خدا کا بیٹا اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے ہیں۔ نیز جو لوگ مسیحؑ کو یا کسی بشر کو خدا مانتے ہیں۔ ان کی تردید لَمْ يُوْلَدْ میں کر دی گئی یعنی خدا کی شان یہ ہے کہ اس کو کسی نے جنا نہ ہو، اور ظاہر ہے حضرت مسیحؑ ایک پاکباز عورت کے پیٹ سے پیدا ہوئے پھر وہ خدا کس طرح ہو سکتے ہیں؟ جب اس کے جوڑ کا کوئی نہیں تو جورو یا بیٹا کہاں سے ہو؟

اس جملہ میں اُن اقوام کا رد ہوگیا جو اللہ کی کسی صفت میں کسی مخلوق کو اُس کا ہمسر ٹھہراتے ہیں۔ حتٰکہ بعض گستاخ تو اُس سے بڑھ کر صفات دوسروں میں ثابت کر دیتے ہیں، یہود کی کتابیں اٹھا کر دیکھو ایک دنگل میں خدا کی کشتی یعقوبؑ سے ہو رہی ہے اور یعقوبؑ خدا کو پچھاڑ دیتے ہیں۔ (العیاذ باللہ) كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ٥ (سورۂ کہف)

اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاللّٰهِ الْوَاحِدِ الْاَحَدِ الصَّمَدِ الَّذِیْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ٥ اِنْ تَغْفِرَ لِیْ ذُنُوْبِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ٥

شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی وفات پر

مولانا محمد رفیق جنرل سیکریٹری جمیعتِ علماء (صوبہ دہلی کے تاثرات)

مرشد کامل حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کی وفات کی خبر جب دہلی میں سنی کلیجہ دھک سے رہ گیا۔ شاہ صاحبؒ ہندوستان اور پاکستان دونوں جگہ کے لوگوں کو اپنے علم و عمل سے فیضیاب کرتے رہے اور لاکھوں نفوس آپ کے چشمۂ روحانیت سے سیراب ہوتے رہے۔ متوسلین کے علاوہ جو بھی آپ کی ذات بابرکات سے واقف تھا اُس کی آنکھیں بھی ڈبڈبا گئیں اور دل غم کا گہوارہ بن گیا سچ ہے

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ظاہر ہے کہ ہر متنفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ" فرمانِ خداوندی ہے مجاہدِ ملت مولانا حفظ الرحمٰن کے بعد فوراً ہی یہ جانکاہ خبر سننے میں آئی۔ کہ روحانیت کا سورج بھی غروب ہوگیا۔ یعنی روحانیت کا بے نظیر بزرگ۔ اس دنیائے فانی سے رخصت ہوگیا

یہ وہ مقام ہے جہاں پر انسان مجبور ہوا ہے۔ اور اس کا کچھ بس نہیں چلتا۔ انسان کی دوڑ دھوپ بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے اور وہ چاند اور مریخ کی خبر لا رہا ہے اور چاند اور مریخ تک پہنچنے والے دماغ کی رسائی قدرت کے اس کرشمہ تک نہیں پہنچ سکی۔ ہر قسم کی ہوا پر قابو پا چکا ہے۔ موسمیات کا دفتر بہت کچھ بتاتا ہے۔ لیکن یہ سانس کی ہوا نکل کر کہاں غائب ہو جاتی ہے۔ اس راز سے حضرت حق جلا مجدہ کے سوا کوئی واقف نہیں۔ ہر چیز دنیا سے ناپید ہونے کے لئے ہے۔ صرف خدا کی ذات وصفات باقی رہے گی۔ اور ہم سب کُل کائنات فنا ہو جائے گی۔ اللہ کی ذات باقی رہے گی۔ ارشاد باری تعالےٰ

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ٥ انسان کی عقل کی رسائی نے اس کو بام ارتقاء اور معراج ترقی پہ پہنچا دیا ہے اور اس نے بڑے بڑے کارنامے کئے۔ اب یہ خلا میں چکر لگانے لگا ہے۔ مگر اس کی زندگی سفری اور فانی ہے۔ اور آخرت مستقل قیام کی جگہ ہے۔ جس پہ اللہ میاں اپنا فضل و کرم فرمائے اس کو ہدایت سے نواز دیتا ہے۔۴

(باقی کالم ۴ کے نیچے)

شاہ عبدالقادر رائے پوری کی وفات پر (۳ کالم کا بقیہ)

۴ وَاللّٰهُ يَهْدِیْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ٥ حضرت حق کی جناب میں دست بدعا ہوں کہ وہ شاہ صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

وَيَرْحَمُ اللّٰهُ عَبْدًا قَالَ اٰمِيْنَا ٥

رُوح کی غذا

۲۵ر جولائی ۱۹۵۲ء کو حضرۃ شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہٗ نے جامع مسجد بنگلور میں ایک جامع مانع تقریر فرمائی تھی۔ جس میں رُشد و ہدایات کے پھولوں کا انبار لگا دیا، جسے روح کی غذا کے زیرِ عنوان ہدیہ قارئین کرام کیا جا رہا ہے۔ یہ تقریر حضرت مولانا خدا بخش صاحب ملتانی مدّ ظلّہٗ کی ارسال کردہ ہے (ادارہ)

انسان میں دو چیزیں ہیں۔ ایک مادی ہے اور دوسری روحانی بدن مادی ہے اور روح غیر مادی۔ بدن انسان کا لباس ہے۔ اور اس لباس کے اندر اس کی رُوح ہے۔ روح اصل چیز ہے۔ جب تک بدن میں رُوح ہے تب تک بدن کے تمام اعضا کام کرتے ہیں۔ زبان کام کرتی ہے۔ ہاتھ کام کرتے ہیں۔ کان سننے کا کام کرتے ہیں۔ غرض جسم کا ہر عضو اپنے اپنے کام میں لگا رہتا ہے ہر انسان کے اندر اور اس کے عضو میں جو کمالات ہیں۔ وہ تمام درحقیقت روح کی وجہ سے ہی ہوتے ہیں۔ بدن فی الحقیقت کوئی طاقت نہیں رکھتا۔ روح اس کے اندر سے نکل جائے۔ تو لکڑی اور پتھر کی طرح بے حس و حرکت بن جائے۔ غرض روح ہے تو بدن کام کرتا ہے۔ اور نہیں تو کام نہیں کر سکتا۔ بدن خود صاحب کمال نہیں۔ بلکہ روح کی وجہ سے اس میں کمالات موجود رہتے ہیں (روح کے لئے فنا نہیں) ہم لوگوں کی یہ بڑی کوتاہی ہے۔ کہ بدن کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ کھاتے ہیں تو بدن کے لئے۔ پیتے ہیں تو بدن کی پرورش کے لئے کاروبار کرتے ہیں۔ تو بدن کی آسائش اور پرورش کے لئے۔ غرض ہماری یہ ساری دوڑ دھوپ اور تگ و دو سب کچھ بدن کی پرورش کے لئے ہوتی ہیں۔ روح کی پرورش اور آسائش کے لئے ہم کچھ نہیں کرتے۔ انسان سے یہ کوتاہی اس لئے ہوتی ہے کہ وہ حقیقت کو نہیں جانتا، یا یا پھر ان انسانوں سے ہوتی ہے۔ جو حقیقت سے واقف تو ہوتے ہیں مگر ان پر غفلت طاری رہتی ہے۔ حقیقت کو جاننے والا

رُوح کیلئے فنا نہیں

اور اُسے دیکھنے والا بدن کی خدمت نہیں کرتا۔ بلکہ روح کی خدمت کرتا ہے۔ اس لئے کہ وہ یہ جانتا اور سمجھتا ہے۔ کہ روح کے لئے فنائیت نہیں ہے۔ جن انسانوں کی خدمت بدن کے لئے ہوتی ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جب انسان مر جاتا ہے تو روح بھی مر جاتی ہے۔ یہی انسان کی بے سمجھی بے عقلی اور جہالت ہے۔ جو انسان کو رُوح کی خدمت کرنے کے عوض بدن کی خدمت میں لگا دیتی ہے۔

رُوح کے لئے فنائیت نہیں ہے

آقائے نامدار صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ تم ہمیشہ کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ یہ حقیقت جس نے جان لی اور سمجھ لی اُس نے گویا اس راز کو پا لیا کہ خدمت کس کی کرنی چاہیئے۔ بدن کی یا روح۔ روح کو دنیا میں چند دن رہنا ہے اور بس پھر وہ بدن کو چھوڑ کر دوسرے عالم میں چلی جاتی ہے۔ روح جہاں بھی رہے گی بہر حال رہے گی۔ اُسے آرام میں رکھنے کے لئے اُس کے ساتھ بھلائی کرنا سکھانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے مقدس بندے آتے رہے۔ اُن کے نائبین ہر امت میں رہے۔ انہوں نے ہمیشہ اُن کی تعلیمات جاری رکھیں۔ اُن پر خود عمل کرتے رہے اوروں کو عمل کی رغبت دلاتے رہے۔ ایسے ہی لوگ اولیاء اللہ ہیں، جنہوں نے اللہ کو اپنا دوست بنا لیا۔ اُن کی تعلیمات کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ انسان اپنے بدن کی پرورش میں لگ کر، رُوح کی پرورش کی طرف سے غفلت برت کر گھاٹے میں نہ رہے۔ انسان کے لئے یہ سب سے ضروری کام ہے کہ وہ روح کی طرف توجہ کرے۔ اس کی خدمت گزاری میں لگا رہے۔ اس کی صحت مندی کی ہمیشہ کوشش کرے۔ انسان بڑا تنگ نظر ہے۔ کوتاہ نظر ہے۔ اس کی یہی تنگ نظری اور کوتاہ نظری ہے۔ جس نے اُسے فریب میں مبتلا کر دیا ہے۔

انسان کو دعویٰ تو ہے کہ وہ بالغ نظر ہے، وسیع النظری سے کام لیتا ہے مگر اپنے بالغ نظر ہونے سے جو خطاب لیتا ہے۔ وہ در اصل تنگ نظری اور کوتاہ نظری ہوتی ہے۔ اسی خود فریبی اور زعم میں مبتلا ہو کر انسان اس دنیا کی زندگی کے بعد کی زندگی کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ اور اس کچھ نہ جاننے ہی کو جاننا سمجھ کر دھوکہ میں مبتلا ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ کیا ہم دوبارہ زندہ ہوں گے

حضورؐ سے ابو جہل کا سوال

ابو جہل ایک مردے کی ہڈی لے کر آیا تھا۔ ہمارے آقائے نامدار صلے اللہ علیہ وسلم کے رُوبرو اس نے اُس ہڈی کو دکھا کر جس میں سے مٹی گر رہی تھی پوچھا تھا۔ کیا یہ زندہ ہو گی۔ دیکھو یہ ریزہ ریزہ ہے۔ چنانچہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ کا یہ فرمان سنایا۔ جس نے تجھے پہلے پیدا کیا تھا وہی اُسے زندہ کرے گا۔

قرآن حکیم کا یہ خاص انداز ہے — انسانوں کے اندر عقلاء و حکما کا طبقہ اپنی دلیلوں کو منطق کے زور سے پیش کرتا ہے۔ قرآن حکیم کا خطاب اس طبقہ سے بھی اُسی طرح ہوتا ہے۔ یہاں اتمام حجت اس طرف کیا۔ کہ انسان یہ سمجھنے کی کوشش کرے کہ اس کی پیدائش کس طرح عمل میں آئی تو دوبارہ پیدا ہونے کے متعلق اس کے لئے شک و شبہ نہیں رہے گا۔ غیر اسلامی طرزِ فکر کے حامل طبقہ کے افراد سے یہ سننے کا اتفاق ہوا ہے کہ مرنے کے بعد کی زندگی کس طرح حقیقت ہے۔ جب اُن سے یہ کہا جاتا ہے کہ تمہیں جس نے یہ جنم دیا ہے وہی دوبارہ پیدا کرے گا تو وہ سائنٹفک جواب مانگتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ ایسا جواب چاہتے ہیں۔ کہ اُن کی عقلوں میں آ جائے وہ اپنی پہلی پیدائش کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ بات ہماری سمجھ میں آتی ہے کہ ہم نطفہ سے پیدا ہوئے جو ہزاروں لاکھوں جراثیم کا مجموعہ ہوتا ہے۔ پھر لاکھوں،

بقیہ خطبہ جمعہ

رب العالمین کے ذمہ ہے۔ کیا تمہیں ان چیزوں میں یہاں بے فکری سے رہنے دیا جائے گا یعنی باغوں اور چشموں میں اور کھیتوں اور کھجوروں میں جن کا خوشہ ملائم ہے اور تم پہاڑوں کو تراش کر تکلف کے گھر بناتے ہو

قوم ثمود نے ان تمام نصیحتوں کو پس پشت ڈالدیا ——— اللہ سے نہ ڈرے، پیغمبر کی نافرمانی کرکے دنیا کے معاملات میں مگن رہے، حضرت صالحؑ کی باتوں پر ٹھٹھا اڑایا اور شعائر اللہ کی توہین کی تو غضب خداوندی حرکت میں آیا، بجلی کی چمک، کڑک اور زلزلے کے عذاب نے انہیں آپکڑا ——— اُس نے رات میں سب کو تباہ کرڈالا، اور آنے والے انسانوں کو تاریخی عبرت کا سبق دے گیا۔

اسی طرح جن قوموں اور امتوں نے قانون الٰہی سے رُوگردانی کی، پیغمبروں کی تعلیم کو جھٹلایا اور شعائر اسلامی کی توہین کی صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح میٹ دی گئیں ———

لیکن

اب قیامت تک نہ کوئی نبی آنے والا ہے، نہ کوئی کتاب ——— اور نہ کوئی شریعت ——— کوئی ضابطۂ عمل قرآن کریم کے علاوہ نہیں جسے اپنایا جا سکے اور کتاب وسنت کے بغیر کوئی قانون یا دستور نہیں، جس کا نفاذ انسانیت کی نجات کا باعث بن سکے

حکیم کائنات رحمت دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے فرمایا۔

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ وسنۃ رسولہ ط

ترجمہ

میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ جب تک ان ... دو چیزوں کو پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہیں ہوگے۔ اور دو چیزیں، اللہ کی کتاب (قرآن مجید) اور اس کے رسول کی سنت ہیں۔

نتیجہ

پہلے ثابت کیا جا چکا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہوا ہے۔

اس لئے کتاب وسنت کی روشنی ہمیشہ قائم رہے گی ——— قیامت تک ان دو نوروں کو کوئی نہیں بجھا سکتا۔ جو شخص ان کی روشنی میں منزل طے کرے گا۔ دنیا میں بھی کامیاب وکامران ہوگا۔ اور آخرت میں بھی سرخرو ہوگا۔ جو ان کے مٹانے کے درپے ہوگا عملی زندگی میں اُن کے نفاذ سے منہ موڑے گا۔ خائب وخاسر ہوگا، نامراد ہوگا اور خود دنیا سے اس کا نام ونشان مٹا دیا جائے گا۔

بقیہ روح کی غذا

جراثیم (کیڑے)، ایک ہو جاتے ہیں۔ پھر انسانی شکل وصورت پیدا ہوتی ہے جب اُن سے یہ سوال کیا جاتا ہے۔ کہ نطفہ کہاں سے آیا۔ تو جواب ملتا ہے (باپ سے)۔ پوچھا جاتا ہے کہ باپ میں یہ نطفہ کہاں سے آگیا تو کہتے ہیں کہ مختلف عناصر کے، ذرات اور اُن کا اتحاد اس مادہ کو پیدا کرتا ہے۔ اس سے آگے وہ خود کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ اسی حد کو وہ اپنی عقل کی انتہا سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی سوال کا معقول جواب نہیں۔ اُن سے پوچھا جا سکتا ہے کہ کیا انسان کی غذا کو دخل ہے نطفہ کی تشکیل میں تو کیا وہ غذا کے متعلق یہ گارنٹی دے سکتے ہیں کہ غذا کے عنصر سے نطفہ تشکیل پاتا ہے؟ اور کیا اس غذا میں ہوا پانی اور روشنی بھی شامل ہے۔ اور کیا ہزاروں میل دُور سے آیا ہوا ابر، یا آئی ہوئی ہوا نہیں ہوتی، اگر زمین کا پانی پیتے ہیں۔ تو کیا زمین کے اندر پانی رواں نہیں رہتا اور کیا اس کے بہاؤ کے ساتھ سیکڑوں اور ہزاروں اثرات سے پانی متاثر نہیں ہوتا؟ پھر غذاؤں کو لیجئے، پھل، چاول، گندم، جوار کسی کو بھی لیجئے۔ کیا ان میں سینکڑوں عناصر نہیں ہوتے ——— جو ان کی تکمیل تک شامل ہوتے رہتے ہیں۔ پھر ان تمام کے یکجا ہونے اور خاص خاص طریقوں اور کیفیتوں سے گزرنے کے بعد ہی وہ اپنی شکل وصورت اختیار نہیں کرتے۔ ان اجزائے پریشان کو عناصر کی صورت کس نے دی، اور پھر عناصر سے ایک صورت اور ایک شکل کس نے دی۔ کیا آپ ان تمام حالات سے بخوبی واقف ہیں؟ اور کیا آپ کی عقل ان تمام کیفیتوں اور حالتوں کو سمجھتی اور جانتی ہے: سائنٹیفک طور پر ہی یہ سب کچھ آپ کی عقل میں آیا ہے ان سوالات کو سن کر وہ یہ دعویٰ تو نہیں کر سکتے کہ انہوں نے سائنٹیفک طور پر سمجھنے کا جو دعویٰ کیا، آیا وہ صحیح تھا۔ کیونکہ سائنٹیفک طور پر سمجھنے میں تجربہ شامل ہوتا ہے۔ لیبارٹریوں کے تجربہ سے دراصل مشاہدے ہوتے ہیں۔ انسانی پیدائش کی کیفیات کی ابتدا کا تجربہ معمل خانوں (لیبارٹریوں) میں نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اُسے زمین، ہوا چاند اور سورج کے علاوہ اجرام سماوی کو بھی لیبارٹری میں لانا اور ان تمام کا تجربہ کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ سائنس دانوں کے دعویٰ کے مطابق زمین اور اس میں موجود اشیاء یا عناصر ان سے بے تعلق نہیں۔ پھر ان کو سمجھنے کا آج تک کوئی دعویٰ نہیں کر سکا۔ جس طرح نامعلوم اجزائے پریشان کو عنصر کی شکل پھر عناصر سے ایک مظہر کی شکل جس طاقت ور قدرت نے دی ہے۔ وہی طاقت اور قدرت دوبارہ زندگی بخشتی ہے۔ انسانوں کو دوبارہ پیدا کرتی ہے۔ قرآن کی لاجک (منطق)، یہی بتاتی ہے۔ اگر تم پہلی پیدائش نہیں جانتے، تو پھر دوسری پیدائش پر کس لئے شک کرتے ہو۔ پہلی پیدائش پر یقین ہے تو دوسری پیدائش پر بھی یقین کرلو۔ اس میں تمہاری بھلائی ہے۔ یہ انداز تکلم وہدایت پدری و مادری شفقت کی کاملیت کی انتہا ہے ——— دوبارہ زندگی پر شور مچایا تھا۔

روح کے سوال پر اس زمانہ میں بڑا شور مچا تھا۔ آج بھی وہی شور مچ رہا ہے دوبارہ جی اٹھنے کے متعلق بے عقلوں نے شور مچایا تھا۔ آج بھی اسے قبول کرلینے اور مان لینے پر انسان تیار نہیں ہے دانسانوں کی نامعلوم تعداد عملاً دوبارہ زندگی کی قائل نہیں۔

اَلدُّنیا جِیفَۃٌ وَطَالِبُھَا کِلَابٌ

یعنی دُنیا مُردار ہے اور اس کے طلبگار کُتّے

(از حافظ محمّد جمیل منٹگمری)

اس مادہ پرستی کے دور میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے ۔ جو طلب جاہ و جلال وکسب مال و منال کو زندگی کا مقصود تصور کرتے ہیں ۔ اور جاہ و حشمت کے حصول کی خاطر حدود شرعیہ اور اصول معاشرت کو بھی مدّنظر نہیں رکھتے ۔ مال و دولت اکٹھا کرنے کے لئے چوری کرنا ، ڈاکہ مارنا اور کمزوروں کا خون بہانا اور دھوکہ دہی کی عادات عام ہو چکی ہیں ۔ حالانکہ ، دنیوی زندگی کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی ط (الاعلیٰ)

(ترجمہ)

بلکہ تم دنیوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو ۔ حالانکہ آخرت دنیا سے بدرجہا بہتر اور پائدار ہے ۔

دوسری جگہ ارشاد ہے ۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَھْوٌ وَّ زِیْنَۃٌ وَّ تَفَاخُرٌ بَیْنَکُمْ وَ تَکَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ الخ

(ترجمہ)

خوب جان لو ، کہ دنیوی زندگی آخرت کے مقابلہ میں ، محض لہو و لعب اور (ظاہری) زینت ہے ۔ اور باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا اور اموال و اولاد میں ایک کا دوسرے سے اپنے آپ کو زیادہ بتلانا ہے

آگے دُنیا کے زوال کو ایک مثال سے بیان کرکے فرماتے ہیں کہ آخرت کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں کفّار کے لئے شدید عذاب ہے ۔ اور اہل ایمان کے لئے خدا کی طرف سے مغفرت اور رضا مندی ہے (حدید)

حضور علیہ السّلام نے بھی دنیا کی قدر و قیمت ایک تمثیل سے واضح فرمائی مستورد بن شدادؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضور علیہ السّلام کو فرماتے ہوئے سُنا ۔ کہ خدا کی قسم دنیا کی نسبت آخرت آخرت کے مقابلہ میں ایسی ہے ۔ جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنی اُنگلی دریا میں ڈالے اور پھر دیکھے کہ انگلی کے ساتھ کتنا پانی آیا ہے ۔ اُس پانی کو جو نسبت دریا سے ہے وہی نسبت دنیا کو آخرت سے ہے (مسلم)

سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پَر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی پینے کو نہ دیتا ۔

اِن آیات اور احادیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ دُنیا جس کے حصُول کے لئے ہم رات دن تگ و دَو کرتے ہیں ۔ عِند اللہ کوئی وقعت نہیں رکھتی ۔ اسی لئے سلف صالحین اور بزرگانِ دین نے دنیا کو منزلِ مقصود نہیں بنایا ۔ بلکہ ہمیشہ آخرت کو پیش نظر رکھا ۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ سے کسی نے سوال کیا کہ یا حضرت میرے چھوٹے چھوٹے بچّے بھوکے ہیں ۔ آج رات کی خوراک آپ سے چاہتا ہوں ۔ آپ نے فرمایا ۔ ٹھہریئے ۔ تھوڑی دیر بعد امیر معاویہؓ کا خادم پانچ ہزار دینار کی تھیلی لے کر حاضر ہوا ۔ آپ نے وہ تھیلی اُسی طرح سوالی کو دے دی ۔ اور فرمایا ۔ مجھے معاف کرنا ، کیونکہ میں نے آپ کا وقت ، حرج کیا ہے ۔ نیز فرمایا کہ ہم نے تو دُنیا کی تمام خوشیاں ترک کر دی ہیں ۔ اور اپنی خواہشات کو کم کرکے دوسروں کی ضروریات کو پورا کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں ۔

حمّاد بن سلمہؒ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اُستاد تھے ۔ ذریعہ معاش تجارت تھا ۔ جب دو حبّہ نفع حاصل ہو جاتا تو دوکان بند کرکے واپس چلے آتے ۔ اور بقیہ وقت خدمت دین میں صرف کرتے

حضرت ابراہیم ادھمؒ نے آثارِ اولیاءؒ میں لکھا ہے کہ ایک درم کا صدقہ ایک برس کے قیام لیل اور صیام نہار سے بہتر ہے

حضرت عبداللہ مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر سال تک اپنے نفس کے خلاف جہاد کیا ۔ لیکن کچھ حاصل نہ ہوا آخر میں نے اپنا محاسبہ کیا ۔ اور جو مال میری ملکیت تھا ۔ سب راہِ خدا میں صرف کر دیا ۔ تو دوست (یعنی خدا) میرا بن گیا ۔ اور جو دوست کی ملکیت تھی ۔ سب میری ملکیت ہوگئی

اِنَّ الْاَرْضَ یَرِثُھَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ

(ترجمہ)

بے شک زمین کے وارث میرے نیک بندے ہیں ۔

پس سلف صالحین کے طرزِ عمل سے یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی کہ دنیوی شان و شوکت ایک متاع قلیل اور اصل دولت اطاعت رب جلیل ہے ۔

لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ خدا داد نعمتوں اور صلاحیتوں کو حصول دنیا کا ذریعہ نہ بنائیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول کی رضا اور منشاء کے مطابق صرف کرکے فلاح دارین حاصل کریں ۔

بقیہ مجلس ذکر

طرح اللہ اطمینان قلب کی دولت سے نوازتا ہے ۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ گھروں کو قبرستان نہ بناؤ ۔ چنانچہ آپ سنن و نوافل گھر پر ہی ادا کیا کرتے تھے ہمیں بھی چاہیئے کہ گھروں کو اللہ کی عبادت اور اُس کی یاد سے آباد کریں ۔ ہم نے جب سے آنکھیں کھولی ہیں ۔ ایک دن بھی ہماری زندگی میں ایسا نہیں آیا ۔ کہ ہم نے اپنی والدہ محترمہ معظمہ کو ذکر و اذکار سے غافل دیکھا ہو ۔ ہر روز پانچ پارہ تلاوت فرما کر مصلّے سے اُٹھتی ہیں ۔ یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کا اثر ہے ۔ اللہ تعالےٰ اسی طرح تمام مسلمانوں کے گھروں کو اپنی یاد سے آباد رکھے اور گھروں کی فضائیں ذکرِ الٰہی کے انوار سے معمور ہوں ۔ آمین

بقیہ خواتین کا صفحہ ۹

معلوم ہوا کہ صحابیات بھی حضورؐ سے پردہ کیا کرتی تھیں - حالانکہ حضورؐ اُمت کے باپ ہیں - مگر آج کل جاہل پیر مریدنیوں کے سامنے آتے ہیں - اور ان سے باتیں، کرتے ہیں - عورتیں انہیں نیک اور بزرگ سمجھ کر پردہ نہیں کرتیں - اُن کے سامنے آتی ہیں کیا حضورؐ سے بھی بڑھ کر کوئی پیر ہے بلکہ حضرت عائشہؓ تو مر جاتی، کہ حضورؐ نے کسی ایسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھُوا جو کہ آپ کے نکاح میں نہ ہو اور خود حضورؐ نے فرمایا کہ میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا - اور ظلم تو یہ ہے - کئی پیر عورتوں سے ٹانگیں بھی دبواتے ہیں -

ہمارے شیخؒ کا اتباعِ سُنّت

حضرت مولانا احمد علیؒ جب ایبٹ آباد تشریف لائے، تو بہت سی عورتیں ہمارے گھرانہ میں سے بیعت ہوئیں - اُن کا بیان ہے کہ حضرت نے ہمیں پردہ میں بغیر ہاتھ لگائے ہوئے بیعت فرمایا الحمد للہ کہ خدا تعالےٰ نے ہمیں ایسا مُرشد عطا فرمایا تھا - خدا تعالےٰ آپ کی قبر مبارک کو نور سے بھر دے - آمین

دیور، جیٹھ سے پردہ

ایک مرتبہ حضورؐ نے فرمایا کہ ان عورتوں کے پاس نہ جایا کرو - جو تمہاری محرم نہ ہوں - ایک شخص نے پوچھا - کہ جیٹھ دیور اور جو سُسرال سے قریب تر عزیز ہیں - ان کے متعلق کیا ارشاد ہے - تو فرمایا کہ وہ تو موت ہیں (مشکوٰۃ)

یعنی جس طرح موت سے ڈرنا چاہیئے اسی طرح سُسرال میں ان مردوں سے جو رشتہ دار ہوں پردہ کرنا چاہیئے - اس کی یہ وجہ ہے، کہ دیور وغیرہ سامنے پڑے ہوتے ہیں - عورتیں کہتی ہیں کہ یہ تو ہمارے سامنے بڑا ہوا ہے - پردہ نہیں کرتیں - پھر اس سے غلط نتائج برآمد ہوتے ہیں

ہمارا پردہ شریعت کے مطابق نہیں

آپ نے ان احادیث کو پڑھ لیا ہے اب ہمیں سوچ لینا چاہیئے کہ کیا ہماری ماؤں بہنوں کا عمل اس کے مطابق ہے یا مخالف اگر شریعت کے مخالف ہے تو اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے اگر شریعت کے مطابق ہے - تو اُسے اللہ کا فضل سمجھنا چاہیئے - ورنہ آج کل اکثریت اُن لوگوں کی ہے کہ جو پردہ کو فضول سمجھتے ہیں - اور اس مرض میں مبتلا ہیں - اور اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں - مگر مغربی تہذیب کے دلدادہ ہیں - اور اکثر عورتیں بازاروں خود جاکر سودا خریدنے - غیر محرموں سے بات کرنے - عرسوں، میلوں، سینماؤں، کو جانے - اور بے پردہ پھرنے کو ترقی سمجھتی ہیں - اور فخر محسوس کرتی ہیں - اور سخت گنہگار ہوتی ہیں - خدا تعالےٰ مسلمانوں کو عقل سلیم عطا فرمائے - تاکہ وہ حضورؐ کے فرمانوں پر عمل کر کے جنّت کے وارث بنیں -

ضرورت کیلئے باہر جانا جائز ہے

ضرورتیں بھی دو قسم کی ہیں -
۱- شرعی ۲- طبعی

شرعی ضرورت

مثلاً کوئی عورت حج وعُمرہ کے لئے جائے - تو جائز ہے - مگر ساتھ محرم کا ہونا ضروری ہے - ورنہ اکیلا جانا دُرست نہیں

طبعی ضرورت

مثلاً علاج وغیرہ یا والدین کو ملنے کے لئے جائے تو بھی جائز ہے - اگر ان شرطوں کے ساتھ ہو -

۱- ایسی حالت میں جائے کہ کوئی غیر محرم نہ دیکھ سکے
۲- مردوں کے درمیان سے نہ گزرے
۳- خوشبو نہ لگائے
۴- ایسا زیور نہ پہنے جو دوسرا دیکھے یا جس کی آواز سنائی دے
۵- سر سے پاؤں تک بُرقعہ یا ایسا کپڑا جس سے تمام بدن چھپا ہو پہنے مگر آج کل کا فیشنی بُرقعہ شریعت کے مطابق نہیں اس لئے کہ اس سے عورت کی زینت چھپتی نہیں بلکہ دوبالا ہوتی ہے - بُرقعہ زینت کو چھپانے کے لئے ہوتا ہے نہ کہ ظاہر کرنے کے لئے
(۶) ایسا لباس نہ پہنے کہ جن کو دوسرے لوگ دیکھ کر مائل ہوں — اگر ان شرطوں کے ساتھ جائے تو جائز ہے -

دُعا :- خدا تعالےٰ ہم سب کو حضورؐ کی اتباع نصیب فرمائے - اور عمل کرنے کی توفیق دے - آمین ثم آمین

بقیہ اداریہ

کو جس طرح نظر انداز کر رہی ہے - اس کا لازمی نتیجہ خدا تعالےٰ کی ناراضگی اور ملک میں بے اطمینانی ہوگا — ضرورت ہے - کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ مخلصانہ تعلق پیدا کیا جائے - علمائے اسلام کے مشورے سے ملک میں اسلامی معاشرہ برپا کرنے کی کوشش کی جائے - اور قانون اسلامی کا نفاذ عمل میں لایا جائے اس صورت میں یقیناً اللہ تعالےٰ کی نصرتیں ہمارے ساتھ ہوں گی -

(وما علینا الا البلاغ)

سید الاتقیاء اسوۃ الصلحاء مہاجر مدنی حضرت مولانا حبیب اللہ مدظلہ العالی کا

مکتوب حبیب

یہ مکتوب گرامی اماں جی ادام اللہ فضلہا کے نام ہے۔ چنانچہ انہیں کی خواہش کے مطابق ہدیۂ قارئین کرام کیا جا رہا ہے ——— (مناظر حسین نظر)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

خدام الدین لاہور
ایڈیٹر
عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۶/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۷۳۰-۲۴۸۱-T.B.C مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶